تجلیاتِ صفدر

جلد پنجم

مناظرِ اسلام ترجمان اہلسنت وکیل احناف

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی

ترتیب تسہیل وتصحیح

مولانا نعیم احمد

مدرس: جامعہ خیر المدارس ملتان شہر

مکتبہ امدادیہ

ملتان۔پاکستان فون: ۵۴۴۹۶۵

تجلیاتِ صفدر

جلد پنجم

تالیف

مناظرِ اسلام، وکیل اہل السنّت والجماعت

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ

عنوانات و ترتیب و تصحیح

مولانا نعیم احمد

اُستاذ جامعہ خیر المدارس ملتان

ناشر

مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان

نام کتاب: تجلیات صفدر (جلد پنجم)

مصنف : مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ

مرتب : مولانا نعیم احمد صاحب

مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان

کمپوزر : حافظ محمد نعمان حامد

ناشر : مکتبہ امدادیہ، ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان، پاکستان

ملنے کے پتے

مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور

کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی

مکتبۃ العلم، اردو بازار لاہور

اسلامی کتب خانہ، اردو بازار لاہور

انگریز اور اہل حدیث

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہندوستان میں فرقہ غیر مقلدین کا ظہور

سارے عالم اسلام میں غیر مقلدین کا فرقہ با قاعدہ جماعتی رنگ میں نہ کبھی پہلے تھا اور نہ ہی اب موجود ہے۔ صرف ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جس میں یہ فرقہ کہیں کہیں پایا جاتا ہے لیکن ہندوستان میں بھی انگریز کی حکمرانی سے قبل اس گروہ کا کہیں بھی نام ونشان تک نہ تھا۔

ہندوستان میں اس فرقہ کا ظہور و وجود، انگریز کی نظر کرم اور چشم التفات کا رہین منت ہے، ہندوستان میں جب انگریز نے اپنے منحوس قدم جمائے تو اس نے مسلمانوں میں انتشار وخلفشار، اختلاف وافتراق اور تشتت ولامرکزیت پیدا کرنے کے لئے ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کے شاطرانہ اصول کے تحت یہاں کے باشندگان کو مذہبی آزادی دی۔ جس کے پردے میں مذہبی آزاد خیالی اور ذہنی آوارگی کو پروان چڑھانے میں اپنے تمام وسائل کو بروئے کار لایا کیونکہ وہ ابلیس سیاست تھا، بنابریں وہ بخوبی جانتا تھا کہ مذہبی آزاد خیالی ہی تمام فتنوں کا منبع، مصدر اور سر چشمہ ہے، اس مذہبی آزادی کے نتیجہ میں فرقہ غیر مقلدین ظہور پذیر ہوا۔ پھر اس فرقہ کے بطن فتنہ پرور سے فتنہ نیچریت، فتنہ انکار حدیث، فتنہ مرزائیت اور فتنہ اباحیت وتجدد پسندی نے جنم لیا۔ (اس کی تفصیل احقر کے

ایک دوسرے رسالہ ترک تقلید کے بھیانک نتائج میں ملاحظہ فرمادیں)

مذہبی آزادی کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص جو مذہب چاہے، اختیار کرے، اپنی سمجھ اور فہم کے مطابق، قرآن وحدیث کا جو مطلب چاہے بیان کرے، قرآن وحدیث کے الفاظ کو غلط معانی پہنائے، ان کے مفاہیم کو مسخ کرے اور ان کے مضامین کا حلیہ بگاڑے اس کو کوئی پوچھنے والا نہ ہو چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب اس بارے میں انگریز سرکار کے حضور خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''کتب تاریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو امن وآسائش وآزادگی اس حکومت انگریزی میں تمام خلق کو نصیب ہوئی کسی حکومت میں بھی نہ تھی (یعنی انگریز سے قبل عالم اسلام کے سلاطین مثلاً سلجوقی، عثمانی سلاطین، وغیرہم کے ادوار حکومت اس امن و آسائش اور آزادگی مذہب سے خالی تھے) اور وجہ اس کی سوائے اس کے کچھ نہیں سمجھی گئی کہ گورنمنٹ نے آزادی کامل ہر مذہب والے کو دی (ترجمان وہابیہ صفحہ ۱۶)۔

دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

اور یہ لوگ (غیر مقلدین) اپنے دین میں وہی آزادگی برتتے ہیں، جس کا اشتہار بار بار انگریز سرکار سے جاری ہوا (ترجمان وہابیہ صفحہ ۲۲)

ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ: اور (مقلدین) چاہتے ہیں کہ وہی تعصب مذہبی وتقلید شخصی اور ضد وجہالت آبائی جو ان میں چلی آتی ہے قائم رہے اور جو آسائش رعایا ہند کو بوجہ آزادگی مذہب گورنمنٹ نے عطاء کی وہ اٹھ جائے۔ (ترجمان وہابیہ ص ۱۱۰)

گویا کہ غیر مقلدین انگریز کی عطا کردہ آزادی مذہب کے نتیجہ میں پیدا ہوئے اور انگریز کے اغراض ومقاصد اور خواہشات کی تکمیل کے لئے آگے بڑھے، اور باطل کے مختلف محاذوں سے شجر اسلام پر خشت باری اور قلعہ اسلام پر گولہ باری کے لئے انہوں نے برضاء ورغبت اپنی خدمات پیش کیں اور انگریز کے حضور حاضر ہو کر کہا کہ ہم فدویان آنجناب کے اغراض ومقاصد کی تکمیل کے لئے اپنی جان کی بازی لگانے سے بھی دریغ نہ کریں گے، صرف جناب کے اشارہ ابرو کی ضرورت ہے۔

چنانچہ انگریز کے اشارہ سے یہ لوگ باطل کے تین محاذوں پر ڈٹ گئے اور انگریز کی خواہشات کی تکمیل میں ہر امکانی سعی بروئے کار لائے ۔ان تین محاذوں کی تفصیل ذیل میں ملاحظہ فرمایئے۔

(۱)..... تقلید کی برکت سے جو جھوٹے فرقے اور باطل گروہ زیر زمین دفن ہو گئے تھے، ان میں ایک فرقہ اہم معتزلہ کا تھا، یہ فرقہ قرآن وحدیث کی تحریف میں سب سے نمایاں تھا، انگریز نے ہندوستان میں اپنے اقتدار کو استحکام بخشنے اور مسلمانوں میں خلفشار پیدا کرنے کے لئے اس فرقہ کے احیاء کی ضرورت محسوس کی ،اس مقصد کی تکمیل کے لئے احناف میں تو اس کو کوئی موزوں آدمی نہ ملا تو اس کی عقابی نگاہوں نے غیر مقلدین میں سے ایک ایسے شخص کا انتخاب کیا جو اس کام کے لئے نہایت موزوں ومناسب تھا وہ آدمی کون تھا؟

سرسید بانی علی گڑھ کالج، سرسید نے کہا کہ حضور یہ فدوی بڑا خوش بخت ہے کہ جناب والا کی نظر انتخاب اس حقیر پُر تقصیر پر پڑی ہے۔ چنانچہ سرسید نے نیچریت کے نام سے ایک فرقہ کی بنیاد رکھی ،جس نے فرقہ معتزلہ کی تحریفات کو نئے انداز، نئے اسلوب اور نئے عنوان سے خوشنما اور دلکش الفاظ میں امت کے معدے میں اتارنے کی سعی نامشکور کی اور اس سلسلہ میں کارہائے نمایاں سرانجام دینے کی بناء پر ''سر'' کے خطاب سے نوازے گئے۔

(۲)..... قرآن کریم کے صحیح مفہوم کو متعین کرنے کے لئے احادیث سے بڑی مدد ملتی ہے بلکہ احادیث کے بغیر قرآن کریم کا سمجھنا ناممکن ہے، انگریز اس کا متمنی تھا کہ ہندوستان میں کوئی ایسا فرقہ وجود میں آئے جو احادیث کے بغیر قرآن کریم کو سمجھنے کا دعویدار ہو اور احادیث کی ضرورت واہمیت سے انکاری ہو اور اس سلسلہ میں نہایت لگن، محنت اور کوشش و کاوش سے خدمات سرانجام دے، اہل سنت والجماعت سے تو اس کو کوئی ایسا فرد نہ مل سکا جو اس کی توقعات پر پورا اترتا اور اس کے اغراض ومقاصد کی تکمیل میں کوشاں اور ساعی ہوتا۔

اس مقصد کے لئے بھی غیر مقلدین نے اس کو چند نہایت موزوں افراد فراہم کئے،

یہ تھے لاہور کی چینیانوالی مسجد کے خطیب عبداللہ چکڑالوی (عبداللہ چکڑالوی پہلے غیر مقلد تھا' موج کوثر ص ۵۲) احمد دین بگوی، اسلم جیراجپوری (اسلم جیراجپوری بھی ابتداء غیر مقلد تھا، نوادرات ص ۳۷۱) نیاز فتحپوری (نیاز فتحپوری بھی پہلے غیر مقلد تھا) اور ان کے اتباع واذناب یہ اشخاص انگریز کی آرزوؤں، خواہشوں اور تمناؤں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے نہایت تیزی سے آگے بڑھے، اور فرقہ انکار حدیث کی بنیاد رکھی اور انکار حدیث پر جھوٹے دلائل تراشنے اور غلط براہین وضع کرنے میں انہوں نے اپنی عمریں کھپادیں اور بہت سے سادہ لوح افراد کو صراط مستقیم سے بھٹکانے میں کامیاب ہوگئے۔

(۳)......اس کے بعد انگریز اس کا خواہاں اور متمنی تھا کہ پیر پرستوں کے علاقہ پنجاب سے کوئی نبی کھڑا کیا جاوے، جو لوگوں کو اپنے دام نبوت میں پھنسا کر گمراہ کرے اور امت مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کرے اور اس کا شیرازہ منتشر کرکے ان کو باہم دست وگریباں کرے۔

اگر چہ پنجاب میں بے شمار گدیاں تھیں اور ان میں بعض خامیاں بھی تھیں، لیکن تقلید کی نکیل اور مہار انگریز کے راستہ میں سد سکندری بن کر حائل تھی، اس گندے مقصد اور غلیظ کام کے لئے بھی انگریز کو موزوں آدمی ملا تو غیر مقلدیت کی گندی کان سے، یہ شخص تھا مرزا غلام احمد قادیانی (مرزا غلام احمد قادیانی بھی ابتداء غیر مقلد تھا (مجدد اعظم جلد ۲ ص ۱۳۴۲) جس نے ایک نئے فرقہ کی بنیاد رکھ کر امت مسلمہ کی کمر میں خنجر پیوست کیا۔

(۴)......مرزا غلام احمد قادیانی چونکہ پورا عالم اور کامل العقل نہیں تھا، اس میں علمی اور عقلی خامیاں تھیں، اس کو سہارا دینے کے لئے کسی پختہ کار عالم اور ہوشیار و شاطر اور گھاگ قسم کے سیاستدان کی ضرورت تھی، اس کو سہارا دینے کے لئے بھی انگریز نے ادھر ادھر نظر دوڑائی اور ملک کی تمام جماعتوں کا بنظر غائر جائزہ لیا، مگر کسی جماعت میں اس کو کوئی موزوں آدمی نظر نہ آیا، مرزا صاحب کو سہارا دینے کے لئے بھی انگریز نے غیر مقلدیت کے بطن سے ایک نہایت مناسب شخص کا سراغ لگالیا۔

یہ تھا بھیرہ کا مشہور غیر مقلد عالم حکیم نور الدین بھیروی (حکیم نور الدین بھیروی بھی پہلے غیر مقلد تھا، تاریخ احمدیت جلد۴ ص ۶۹ تا ۷۰) جو مرزا صاحب کی تائید کے لئے انگریز کے اشارہ سے آگے بڑھا اور اس تحریک کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے مرزا صاحب کا دست و بازو بنا، احمدی جماعت کی ترقی و استحکام کے لئے پالیسیاں وضع کرنے میں اس کا عیار ذہن کارفرما تھا، اب ہم غیر مقلدین کے اکابر علماء اور اعاظم فضلاء کی عبارات کے اقتباسات سے یہ حقیقت واضح اور الم نشرح کریں گے کہ سارے ہندوستان میں انگریز کے تسلط سے قبل غیر مقلدوں کا نام و نشان تک نہ تھا، اور یہاں سرکاری سطح پر حنفی مسلک رائج و نافذ تھا، ہندوستان کے ملوک و سلاطین، امراء، وزراء، علماء، وفقہاء، فصحاء، وبلغاء، محدثین ومفسرین، مدققین و محققین سب کے سب حنفی مسلک سے متعلق تھے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے ہم غیر مقلدین کے مجدد نواب صدیق حسن خان صاحب کی رائے پیش کرتے ہیں۔

نواب صاحب لکھتے ہیں:

’’خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے، چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں، اس وقت سے آج تک (انگریز کی آمد تک) یہ لوگ مذہب حنفی پر قائم رہے اور ہیں اور اسی مذہب کے عالم اور فاضل اور قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک جم غفیر نے مل کر فتاویٰ ہندیہ جمع کیا اور اس میں شاہ عبدالرحیم صاحب والد بزرگوار شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی بھی شریک تھے۔ (ترجمان وہابیہ ص ۲۰)

اسی کتاب میں نواب صاحب دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

’’ہندوستان کے مسلمان ہمیشہ سے مذہب شیعی یا حنفی رکھتے ہیں۔ (ترجمان وہابیہ ص)

نواب صاحب کی مذکورہ عبارات سے ثابت ہوا کہ ہندوستان میں اسلام کے ظہور سے لیکر انگریزی حکومت کے تسلط و تغلب تک یہاں کے اکثر باشندے مذہب حنفی کے

پیروکار اور اس پر عامل و کاربند تھے اور کچھ لوگ شیعی مسلک کے حامل اور اس پر عامل تھے ۔ان دو مسالک کے سوا کسی تیسرے فرقہ کا ہندوستان میں نشان تک نہ تھا۔ اگر غیر مقلدین بھی یہاں شروع سے موجود ہوتے تو نواب صاحب یقیناً اور لازماً ان کا تذکرہ بھی کرتے۔

نواب صاحب نے قطعی طور پر ہندوستان میں اس فرقہ کے قدیماً پائے جانے کی صریح الفاظ میں نفی کر دی ہے۔اس لئے اب اس بارہ میں کسی چوں وچرا کی گنجائش نہیں۔

اس کی تائید غیر مقلدین کے مشہور عالم مولوی محمد شاہجہانپوری سے

مولانا موصوف غیر مقلدین کے مایہ ناز اور مشہور عالم و محقق ہیں۔ یہ اپنی مشہور کتاب ''الارشاد الی سبیل الرشاد'' میں ہندوستان میں اپنے فرقہ کے نومولود و نوخیز ہونے پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں:

'' کچھ عرصہ سے ہندوستان میں ایک ایسے غیر مانوس مذہب کے لوگ دیکھنے میں آرہے ہیں جس سے لوگ بالکل ناآشنا ہیں''۔ پچھلے زمانہ میں شاذ و نادر اس خیال کے لوگ کہیں ہوں تو ہوں، مگر اس کثرت سے دیکھنے میں نہیں آئے بلکہ ان کا نام ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے۔اپنے آپ کو تو وہ اہل حدیث یا محمدی یا موحد کہتے ہیں، مگر مخالف فریق میں ان کا نام غیر مقلد یا وہابی یا لامذہب لیا جاتا ہے۔(الارشاد الی سبیل الرشاد،ص ۱۳)

مولانا موصوف کی اس تحریر سے بھی معلوم ہوا کہ اگر یہ فرقہ ہندوستان میں قدیم سے چلا آرہا ہوتا تو لازماً لوگ اس کے افکار و نظریات اور اس کے خیالات و حالات سے واقف ہوتے اور اس فرقہ کے لوگ اہالیان ہند کے لئے نامانوس و ناآشنا نہ ہوتے۔

اس کی تائید مزید غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل شمس العلماء مولوی نذیر حسین دہلوی کے استاد اور خسر مولانا عبدالخالق صاحب کے قلم سے

مولانا موصوف اپنی مشہور کتاب ''تنبیہ الضالین'' میں اس فرقہ کے نو احداث

(نو پیدا) ہونے پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سو بانی مبانی اس فرقہ نو احداث (غیر مقلدین) کا عبدالحق بنارسی ہے۔ جو چند روز سے بنارس میں رہتا ہے اور حضرت امیر المؤمنین (سید احمد شہیدؒ) نے ایسی ہی حرکات ناشائستہ کے باعث اپنی جماعت سے اس کو نکال دیا اور علماء حرمین شریفین نے اس کے قتل کا فتویٰ لکھا مگر کسی طرح وہاں سے بچ نکلا۔

غیر مقلدین کا نومولود ہونا ایک اور انداز سے

یہ ایک تاریخی اور مسلمہ حقیقت ہے کہ جو چیز، جو جماعت اور جو قوم قدیم سے موجود ہوتی ہے اس کی قدامت کے کچھ آثار ہوتے ہیں اس کے قدیم ہونے کی کچھ علامات اور نشانات ہوتے ہیں جو اس کی قدامت پر دلالت کرتے ہیں اور اس کے نومولود ہونے کی نفی کرتے ہیں۔

اس کلیہ اور ضابطہ کی روشنی میں جب ہم غیر مقلدین کے حالات کا جائزہ لیتے ہیں تو آفتاب نیمروز کی طرح یہ حقیقت آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے کہ یہ فرقہ نوخیز ہے۔

توسنئے

غیر مقلد حضرات اگر شروع سے برصغیر پاک و ہند میں موجود ہوتے تو ان کے آثار قدیمہ پائے جاتے، ان کا بسایا ہوا کوئی شہر ہوتا، ان کی تعمیر کردہ کوئی مسجد، کوئی سرائے اور کوئی عمارت ہوتی مثلاً لاہور اس ملک کا قدیم شہر ہے، یہاں چونکہ احناف شروع سے چلے آرہے ہیں اس لئے اس تاریخی شہر میں ان کے آثار قدیمہ پائے جاتے ہیں۔

یہاں سید الاولیاء حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مقدس ہے، یہاں شاہی مسجد ہے، یہاں مسجد وزیر خاں صاحب ہے اور دیگر آثار قدیمہ ہیں۔

لیکن اس کے برعکس سارے ہندوستان میں غیر مقلدین کی سب سے پہلی مسجد چینیاں والی مسجد ہے جو انگریزی دور کی یادگار ہے۔

یہ وہی مسجد ہے جس کا خطیب مشہور منکر حدیث عبداللہ چکڑالوی تھا، جو پہلے غیر مقلد

تھا اسلاف کو گالیاں دیا کرتا بالخصوص امام اعظمؒ کی شان میں بہت گستاخیاں کیا کرتا تھا ،جس کی اس پر یہ پھٹکار پڑی کہ قہر الٰہی کی بجلی اس کے خرمن ایمان پر گری اور اس کو جلا کر خاکستر کر دیا اور منکر حدیث ہو کر مرا۔ سچ فرمایا ہے صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ من عادیٰ لی ولیاً فقد اذنته بالحرب۔یعنی جو شخص میرے ولی سے عداوت کرے گا اس سے میں اعلان جنگ کرتا ہوں، پس جو شخص اللہ تعالیٰ کے ولی کو برا کہے گا جیسا کہ ان لوگوں کا وطیرہ اور طرۂ امتیاز ہے، ایسے ہی مرے گا۔

اور سنئے

امرتسر میں مولانا عبدالجبار غزنوی سے پہلے، بھوپال میں نواب صدیق حسن خان صاحب سے قبل دہلی میں مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی سے پیشتر، بنارس میں عبدالحق بنارسی سے قبل اور سیالکوٹ میں مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی سے پہلے غیر مقلدیت کا سراغ نہیں ملتا۔

کیا ہے کوئی مائی کا لعل جو ان شہروں میں مذکورہ حضرات سے پیشتر کسی غیر مقلد کا وجود ثابت کر سکے۔

ایک اور طرز سے

جس طرح غیر مقلد حضرات ہندوستان میں انگریز کی آمد سے قبل اپنے کسی مدرسہ، کسی مسجد، کسی سرائے اور کسی عمارت کی نشاندہی نہیں کر سکتے ،اسی طرح یہ حضرات انگریز کے دور سے قبل اپنی کسی تصنیف، کسی کتاب حتی کہ کسی رسالہ کی نشاندہی بھی نہیں کر سکتے (اگرچہ اب اس چیلنج کا سامنا کرنے کے لئے چھ سات سو سال پرانی تاریخ لکھنے کی سازش کر رہے ہیں) ہمارا ان کو کھلا اور انعامی چیلنج ہے کہ یہ لوگ کسی ایک کتاب، کسی ایک تفسیر اور کسی ایک شرح حدیث کی نشاندہی کر دیں جو کسی ایسے شخص نے لکھی ہو جو مقلدین کو مشرک قرار دیتا ہو اور ائمہ مجتہدین کو اپنے سب وشتم کا ہدف بناتا ہو هل من مبارز۔

حتی کہ یہ لوگ آج تک اپنا نصابی قاعدہ بھی مرتب نہیں کر سکے۔ ان کا نصابی قاعدہ ''بلوغ المرام'' ہے جو ایک شافعی محدث علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کی تصنیف لطیف

ہے،ان کے مدارس میں جو نصاب زیر تعلیم ہے وہ احناف کا مرتب کردہ ہے، غیر مقلدین اپنے مدارس میں مقلدین کا مرتب کردہ نصاب تعلیم پڑھتے پڑھاتے ہیں اور مقلدین کی لکھی ہوئی شروح اور حواشی کا مطالعہ کر کے اسباق پڑھانے کی تیاری کرتے ہیں لیکن ان کی طوطا چشمی کا یہ عالم ہے کہ یہ اپنے درسوں میں انہیں مقلد علماء کو اپنی ظالمانہ گالیوں اور گستاخانہ جسارتوں کا ہدف بناتے ہیں۔فیا للعجب ولضیعة الادب۔

غیر مقلدین اور انگریز کی خدمات

بفضلہ تعالیٰ دلائل و براہین کی روشنی میں یہ حقیقت پوری طرح الم نشرح اور بے نقاب ہو چکی ہے کہ فرقہ غیر مقلدین کا وجود انگریز کی چشم التفات کا رہین منت ہے، انگریز کے دور حکومت سے قبل اس فرقہ کا ہندوستان بھر میں کہیں نام ونشان تک نہ تھا۔

اب ہم غیر مقلدوں کے اکابر و اسلاف اور بانیوں کی انگریز سرکار کی خدمات کا تفصیلی تذکرہ کریں گے۔تاکہ ان پر انگریز کی نظر التفات کی وجہ واضح ہو جائے۔

سب سے پہلے ہم غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل شمس العلماء مولانا نذیر حسین صاحب کی خدمات پر روشنی ڈالیں گے۔مولانا کے کارنامے بیان کرنے سے بیشتر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولانا موصوف کا اجمالی تعارف پیش کر دیا جائے۔

مولانا نذیر حسین صاحب دھلوی کا اجمالی تعارف

مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی غیر مقلدین کے بہت بڑے عالم اور پیشوا ہیں، غیر مقلد حضرات ان کو مجدد اعظم، شیخ الکل فی الکل، شمس العلماء اور آیت من آیات اللہ کے عظیم القابات سے یاد کرتے ہیں اور ان کو اپنی جماعت کے بانیوں میں شمار کرتے ہیں، غرضیکہ یہ ان کی بڑی مایہ ناز اور قابل فخر ہستی ہیں۔غیر مقلدیت کے فروغ اور اشاعت میں ان کی خدمات کو بڑا دخل ہے، ان کی زندگی کے پورے ۷۵ سال سلف صالحین پر تنقید کرنے اور ان کے عظیم فقہی وعلمی کارناموں میں کیڑے نکالنے اور ان کو اپنے خود ساختہ الزامات کا ہدف بنانے میں صرف ہوئے، میاں صاحب قصبہ سورج گڑھ، ضلع مونگیر صوبہ بہار میں ۱۲۲۰ھ مطابق ۱۸۰۵ء میں متولد ہوئے اور ایک سو

سال کی عمر پا کر ۱۳۲۰ھ میں وفات پا گئے، مولانا عبداللہ روپڑی نے ان کو آیت من آیات اللہ، امام زمان، شیخ العرب والعجم کے القاب سے یاد کیا ہے۔ (نتائج التقلید ص ۱۱)

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں نہ صرف یہ کہ میاں صاحب نے قطعاً کوئی حصہ نہیں لیا بلکہ اس کو غدر اور بلوہ سے تعبیر کر کے مجاہدین کرام اور غازیان عظام کے جذبات کو پامال اور مجروح کیا، اس دور کے مشاہیر واکابر اور جید علماء کرام نے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ تیار کیا، میاں صاحب نے اس پر دستخط کرنے سے بھی انکار کر دیا۔

پھر عین حالت جنگ میں مجاہدین سے غداری کا ارتکاب کرتے ہوئے ایک زخمی میم کو گھر اٹھوا لائے، اس کا علاج معالجہ کر کے اس کو انگریز کے سپرد کر کے اس سے اپنی وفاداری کے سرٹیفکیٹ حاصل کیے۔

تفصیلات:

میاں صاحب کے ان کارناموں کی تفصیلات بیان کرنے سے قبل احقر مناسب سمجھتا ہے کہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے پس منظر پر اجمالی روشنی ڈال دی جائے۔

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا پس منظر

مجاہد کبیر بطل جلیل شیخ الاسلام امام راشد حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ اپنی مشہور محققانہ اور مؤرخانہ تصنیف منیف ''نقش حیات'' میں جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

جہاں تک احوال وواقعات خبر دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ ایک تو انگریز اپنی کامیابیوں اور بڑھتی ہوئی قوت کے نشہ میں چور اور بدمست ہو گئے تھے کہ نہ کسی عہد نامہ کا خیال رہا تھا نہ کسی نواب یا بادشاہ کو خیال میں لاتے تھے۔

تمام ہندوستانیوں کو خواہ ہندو ہوں یا مسلمان انتہائی ذلت کی نظر سے دیکھتے تھے اور بات بات پر تحقیر وتوہین سے بھرے ہوئے کلمات اور اعمال استعمال کرتے تھے جیسا کہ وارن ہسٹنگز کا مقالہ ہم پہلے نقل کر آئے ہیں کہ ''انگریز ہندوستان میں آ کر ایک

نیا انسان بن جاتا ہے، جن جرائم کو وہ انگلستان میں خیال میں بھی نہ لاسکتا تھا ان کے کرنے کے لئے یہاں صرف انگیز یز ہونا کافی سمجھا جاتا ہے۔

الغرض جس قدر بھی زمانہ آگے بڑھتا جاتا تھا انگریزی عہد تسکنیاں اور نئے مظالم طرح طرح کے روپ میں ظاہر ہوتے جاتے تھے۔

دوسرے ہندوستانیوں کی ہر قسم کی زندگی روز بروز ایسی ہلاکتوں اور مصیبتوں کے گڑھوں میں گرتی جاتی تھی کہ جس کا لوگوں کو وہم فہم وگمان بھی نہ تھا، گدی نشینوں کو طرح طرح کے میلوں سے برطرف اور محروم کردیا جاتا تھا۔

معمولی معمولی حیلوں بلکہ غلط اور جھوٹے پراپیگنڈوں سے جن کے یورپین لوگ عموماً اور انگریز قوم عادی ہیں والیان ریاست پر حملہ یا ان کی معزولی عمل میں آتی رہتی تھی وغیرہ وغیرہ، حسب قول مشہور "تنگ آمد بجنگ آمد" مجبور ہوکر آزادی کے لئے کوشش کرنا ضروری سمجھا گیا نیز وہ لوگ جو سید صاحب کی تحریک میں داخل ہوکر سرحد پہنچے تھے اور وہاں کی لڑائیوں اور جہادی کاروائیوں میں شریک رہے تھے اور بالاکوٹ میں سید احمد کے شہید ہوجانے کے بعد اپنے اوطان کو واپس آئے تھے اور وہ لوگ جو کہ حضرت سید احمد صاحب کے مرید اور ان کی تحریک میں کسی درجہ میں بھی شریک تھے ان لوگوں کے قلوب ہمیشہ آزادی کی تڑپ سے بے چین رہتے تھے۔

اس لئے تمام ہندوستان نے عموماً اور مسلمانوں نے خصوصاً اس انقلاب ۱۸۵۷ء کو ضروری سمجھا۔ (نقش حیات صفحہ ۴۴۹ ج ۲)

ان حالات کے پیش نظر اس دور کے دور اندیش، بیدار مغز اور جذبہ جہاد سے سرشار علماء کرام نے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ تیار کیا جس پر اس دور کے مشاہیر علماء کرام نے دستخط کئے، اس فتویٰ کے شائع ہوتے ہی مسلمانوں کے جذبات میں ایک طوفان برپا ہوگیا اور ان کے ایمانی احساسات کی آگ بھڑک اٹھی۔

مگر افسوس صد افسوس کہ اس دور کے بعض عافیت کوش، وقت شناس اور خود غرض علماء نے اس فتویٰ پر دستخط نہ کئے، ان دنیادار اور مصلحت پرست علماء میں سرفہرست

غیر مقلدین کے امام مولانا نذیر حسین دہلوی کا نام نامی ہے۔

میاں صاحب کی مجاهدین ۱۸۵۷ء سے غداری اور گورنمنٹ انگلشیه کے ساتھ وفاداری

میاں صاحب کا سوانح نگار فضل حسین بہاری، میاں صاحب کی سوانح الحیات بعد المماۃ میں ''گورنمنٹ انگلشیہ کے ساتھ وفاداری'' کا عنوان قائم کر کے لکھتا ہے۔

''یہ بتادینا بھی ضروری ہے کہ میاں صاحب گورنمنٹ انگلشیہ کے کیسے وفادار تھے زمانہ غدر ۱۸۵۷ء میں جب دہلی کے بعض مقتدر اور بیشتر معمولی مولویوں نے انگریز پر جہاد کا فتویٰ دیا تو میاں صاحب نے اس پر دستخط کئے نہ مہر لگائی''۔

وہ خود فرماتے تھے کہ میاں وہ ''ہلڑ'' تھا بہادر شاہی نہ تھی، وہ بے چارہ بوڑھا بہادر شاہ کیا کرتا بہادر شاہ کو بہت سمجھایا کہ انگریزوں سے لڑنا مناسب نہیں مگر وہ باغیوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنے ہوئے تھے، کرتے تو کیا کرتے (الحیات بعد المماۃ ص ۱۲۵)

اپنوں کی غداری سے انگریز کا دهلی پر قابض هو کر قیامت برپا کرنا

جب اپنوں (مرزا الٰہی بخش، مرزا مغل شہزادہ، اور فتویٰ فروش وعافیت کوش علماء) کی غداری سے ۱۹ ستمبر ۱۸۵۷ء کو انگریز دہلی پر قابض ہو گئے تو انہوں نے انتہائی سفاکی اور بے دردی سے مسلمانوں کے قتل عام کا سلسلہ شروع کیا، مسلمانوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے گئے، ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے، وحشت و بربیت کے ریکارڈ قائم کئے گئے جن کے سامنے چنگیز خان اور ہلاکو خان کے مظالم کی داستانیں اور ہٹلر ومسولینی کے تشدد کی کہانیاں ماند پڑ گئیں۔

انگریزوں کے ظلم وستم کی ہلکی سی جھلک ذیل میں ملاحظہ فرمایئے۔ اسپنر وال لکھتا ہے ''وحشی نادر شاہ نے بھی وہ لوٹ نہیں مچائی تھی جو فتح دہلی کے بعد انگریزی حکومت نے جائز رکھی، شارع عام پھانسی گھر بنائے گئے اور پانچ پانچ چھ چھ آدمیوں کو

روزانہ سزائے موت دی جاتی تھی'' وال پول کا بیان ہے۔

''تین ہزار آدمیوں کو پھانسی دی گئی، جن میں سے انتیس شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے''۔

مؤلف تبصرہ التواریخ لکھتا ہے کہ:۔

''ستائیس ہزار مسلمان قتل کئے گئے اور سات دن تک برابر قتل عام جاری رہا''۔(شاندار ماضی ص ۶۹)

امام راشد حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ العزیز انگریز کے بے پناہ مظالم کی تصویر پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:۔

''خصوصیت سے مسلمانوں کے ساتھ جو ذلت آمیز اور جگر خراش برتاؤ کیا گیا وہ بیان سے باہر ہے''۔

زندہ مسلمانوں کو سور کی کھال میں سلوا کر گرم تیل کے کڑھاؤں میں ڈلوانا، سکھ رجنٹ سے علی روس الاشہاد اغلام کروانا، فتحپوری کی مسجد سے قلعہ کے دروازہ تک درختوں کی شاخوں پر مسلمانوں کی لاشوں کا لٹکانا، مساجد کی بے حرمتی خصوصاً شاہجہان جامع مسجد دہلی کے حجروں میں گھوڑوں کا باندھنا، عبادت کی جگہ دفاتر قائم کرنا اور حوض میں وضو کے پانی کی جگہ گھوڑوں کی لید ڈالنا، منصف مزاج انگریز بھی اس کی مذمت کئے بغیر نہ رہ سکے، تفصیل کے لئے دیکھئے انقلاب ۱۸۵۷ء کو تصویر کا دوسرا رخ ترجمہ شیخ حسام الدین (از کتاب مسٹر ایڈورڈ ٹامسن مسمّی بہ تصویر کا دوسرا رخ)۔(نقش حیات ص ۴۵۷)

اپنوں کی غداری اور ضمیر فروشی سے مسلمانوں کو ان روح فرسا مظالم سے دوچار ہونا پڑا، اگر اپنے غداری نہ کرتے تو مسلمانوں کو یہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا۔ ان کی عورتوں کی عصمتیں نہ لٹتیں ان کی مساجد کی بے حرمتی نہ ہوتی۔ ان کی لاشوں کو درختوں کی شاخوں پر نہ لٹکایا جاتا، ان کو سور کی کھالوں میں سلوا کر گرم تیل کے کڑھاؤں میں نہ ڈلوایا جاتا، ان سے سکھ رجنٹ سے سب کے سامنے اغلام بازی نہ کروائی جاتی۔

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں غیر مقلدین کا کردار

جب مسلمان انگریز سے آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے، اپنی جان مال اور تن من دھن کی قربانیاں دے رہے تھے، ان حالات میں میاں نذیر حسین صاحب دہلوی سے یہ تو نہ ہوسکا کہ کسی بیمار کی تیمارداری کرتے، یا کسی زخمی مجاہد کی مرہم پٹی کرتے یا مجاہدین کا اخلاقی اور مالی تعاون کرتے اس کے بجائے میاں صاحب جنگ آزادی کے دوران یہ گھناؤنا کردار ادا کرتے ہیں کہ انگریز کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے کے لئے اور اپنے ذاتی مفاد کی خاطر رات کی تاریکی میں سناٹے میں ایک زخمی انگریز خاتون کو اٹھوا کر اپنے گھر لے جاتے ہیں، اس کا علاج معالجہ کرتے ہیں، ساڑھے چار ماہ تک اس کو اپنے گھر میں چھپائے رکھتے ہیں، جب وہ انگریز خاتون تندرست اور صحت یاب ہو جاتی ہے تو اس کو انگریزی کیمپ میں پہنچا کر مبلغ ایک ہزار تین صد روپیہ نقد اور وفاداری کا سرٹیفکیٹ حاصل کرتے ہیں۔

اس واقعہ کی تفصیل موصوف کے سوانح نگار مشہور غیر مقلد عالم مولوی فضل حسین بہاری کی زبانی سنیے۔ موصوف لکھتے ہیں:۔

عین حالت غدر میں (جہاد حریت کو غدر سے تعبیر کیا جا رہا ہے فوا اسفا!) جبکہ ایک ایک بچہ انگریزوں کا دشمن ہو رہا تھا (سوائے غیر مقلدوں کے) مسز لیسنس ایک زخمی میم کو میاں صاحب رات کے وقت اٹھوا کر اپنے گھر لے گئے، پناہ دی، علاج کیا، کھانا دیتے رہے، اس وقت اگر ظالم باغیوں کو ذرا بھی خبر ہو جاتی تو آپ کے قتل اور خانماں بربادی میں مطلق دیر نہ لگتی۔ (الحیات بعد الممات ص ۱۲۷)

مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی اس بارہ میں رقمطراز ہیں:۔

غدر ۱۸۵۷ء میں کسی اہل حدیث نے گورنمنٹ کی مخالفت نہیں کی (کیوں کرتے اس کے وفادار اور جان نثار جو تھے) بلکہ پیشوایان اہل حدیث نے عین اس طوفان بے تمیزی میں ایک زخمی یورپین لیڈی کی جان بچائی اور عرصہ کئی مہینے تک اس کا علاج معالجہ

کر کے تندرست ہونے کے بعد سرکاری کیمپ میں پہنچادی''۔

(اشاعت السنہ صفحہ ۲۶ شمارہ ۹ جلد ۸)

مولوی فضل حسین بہاری لکھتے ہیں:۔

''ڈاکٹر حافظ مولوی نذیر احمد صاحب (جو کہ میاں صاحب کے قریبی رشتہ دار ہیں) فرماتے تھے کہ زمانہ غدر میں مسز لیسنس زخمی میم کو جس وقت میاں (نذیر حسین صاحب) نے نیم جان دیکھا تو (زار وقطار) روئے اور اپنے مکان میں اٹھالائے، اپنی اہلیہ اور عورتوں کو ان کی خدمت کیلئے نہایت تاکید کی اس وقت اگر باغیوں (مسلمانوں) کو ذرا بھی خبر لگ جاتی تو آپ کی بلکہ سارے خاندان کی جان بھی جاتی اور خانماں بربادی میں بھی کچھ دیر نہ لگتی۔ ..امن قائم ہونے کے بعد میم کو انگریزی کیمپ میں پہنچایا، جس کے نتیجہ میں آپ کو اور آپ کے متوسلین کو گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے امن وامان کی چھٹی ملی چنانچہ انگریزوں کے تسلط کے بعد جب سارا شہر غارت کیا جانے لگا تو صرف آپ کا محلہ آپ کی (انگریزی خدمات) کی بدولت محفوظ رہا''۔

(الحیات بعد الممات ص ۲۷۶۔۲۷۵ سوانح میاں نذیر حسین صاحب دہلوی)

ناظرین کرام!

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ ایک زخمی نیم جان میم کو دیکھ کر تو میاں صاحب کے دل میں ہمدردی، خیر خواہی اور غم خواری کا دریا موجزن ہوتا ہے، میاں صاحب کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہنے لگتا ہے اور میاں صاحب اس زخمی میم کو اٹھوا کر گھر لے جاتے ہیں، اس کا علاج معالجہ کرتے ہیں اور اس پر خصوصی نوازشات کی بارش برساتے ہیں ،اب تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ فرمایئے۔

میاں صاحب کے سامنے مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جاتے ہیں، وحشت و بربریت کے ریکارڈ قائم کئے جاتے ہیں، عورتوں کی عصمتیں لوٹی جاتی ہیں، ان کے پستان کاٹے جارہے ہیں، بوڑھوں اور بچوں کو ٹھوکروں سے پامال کیا جاتا ہے

مسلمانوں کی لاشیں درختوں کی شاخوں سے لٹکائی جا رہی ہیں اور میاں صاحب کئی دن تک نیم جان عورتوں، زخمی مردوں اور کٹے پھٹے اعضاء والے بچوں کو دیکھتے ہیں لیکن ان کی آنکھوں سے ایک آنسو تک نہیں ٹپکتا، مسلمان عورتوں کے گھاؤ دیکھ کر ان کا دل ذرہ بھر نہیں پگھلتا، بچوں اور بوڑھوں کو ناگفتہ بہ حالت میں دیکھ کر ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔

ایک انگریز خاتون کے لئے تو میاں صاحب کے دل میں ہمدردی کے چشمے پھوٹنے لگتے ہیں اور خیر خواہی اور غم خواری کے سوتے بہنے لگتے ہیں لیکن مسلمانوں کے لئے یہ چشمے خشک اور یہ سوتے بند ہو جاتے ہیں اور آنکھوں سے ایک آنسو بہانے کی توفیق نہیں ہوتی، آخر کیوں؟ کس لئے؟ کس بناء پر؟

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست

میاں صاحب کو انگریز سرکار نے اپنی وفاداری کے سلسلہ میں نمایاں خدمات انجام دینے اور مجاہدین ۱۸۵۷ء سے غداری کے صلہ میں اپنی وفاداری اور خوشنودی کے سرٹیفکیٹ عطا کئے اور تیرہ صد روپیہ نقد انعام دیا اور شمس العلماء کے خطاب سے سرفراز کیا، اب احقر ذیل میں خوشنودی کے سرٹیفکیٹ کے تراجم پیش کرتا ہے۔ (ترجمہ سرٹیفکیٹ وفاداری و خوشنودی از جناب جی ڈبلیو جی وائر فیلڈ صاحب بہادر قائم مقام کمشنر سابق دہلی، سو مولوی نذیر حسین اور اس کے پسر مولوی شریف حسین صاحب نے مع دیگر مرحوم خاندان کے مسٹر لیسنس کی میم کی غدر میں جان بچائی تھی، اس وقت میں یہ اس کو اپنے گھر لے گئے تھے جس وقت وہ زخمی پڑی تھیں، اپنے مکان میں ساڑھے تین مہینے تک رکھا آخر سرکاری کیمپ میں پہنچایا ...ان کو دو سو روپیہ ایک مرتبہ اور چار صد روپیہ ایک مرتبہ انعام ملا اور سات صد روپیہ بوجہ گرنے مکانات کے ملا، پس یہ خاندان قابل لحاظ و مہربانی کے ہے"۔

(دستخط ڈبلیو جی وائر فیلڈ قائم مقام کمشنر رسالہ اشاعت السنہ ص ۲۹۳ شمارہ ۱۰ جلد ۸ الحیات بعد الممات ص ۱۳۳۔۱۳۲)

(ترجمہ) سرٹیفکیٹ وفاداری از جے ڈی ٹریملٹ بنگال سروس کمشنر دہلی کا سپرنٹنڈنٹ۔

''مولوی نذیر حسین دہلی کے ایک بڑے مقتدر عالم ہیں جنہوں نے مشکل اور نازک وقتوں میں اپنی وفاداری اور نمک حلالی گورنمنٹ برطانیہ پر ثابت کی ہے۔ اب وہ اپنے فرض زیارت کعبہ کے ادا کرنے کو جاتے ہیں۔

امید کرتا ہوں کہ جس کسی افسر برٹش گورنمنٹ کی وہ مدد چاہیں گے وہ ان کو مدد دے گا کیونکہ وہ کامل طور سے اس مدد کے مستحق ہیں۔ دستخط جی ڈی ٹریملٹ بنگال سروس کمشنر دہلی ۱۰ اگست ۱۸۸۳ء اشاعت السنہ صفحہ ۲۹۴ شمارہ ۱۰، ج ۸، الحیاۃ بعد المماۃ صفحہ ۱۴۰ مطبوعہ کراچی۔

میاں صاحب کا انگریزی خدمات کے صلہ میں شمس العلماء کے خطاب سے سرفراز ہونا

میاں صاحب کے سوانح نگار مولوی فضل حسین بہاری لکھتے ہیں'' چنانچہ جب شمس العلماء کا خطاب گورنمنٹ انگلشیہ سے (نمک حلالی اور وفاداری اور مسلمانوں سے غداری کے صلہ میں آپ کو ملا اور اس کا تذکرہ کوئی آپ کے سامنے کرتا تو فرماتے کہ:

میاں! خطاب سے کیا ہوتا ہے ... دنیاوی خطاب سلاطین سے ملا کرتا ہے یہ گویا ان کی خوشنودی کا اظہار ہے۔ مجھے تو کوئی نذیر کہے تو کیا اور شمس العلماء کہے تو کیا میں نہایت خوش ہوں۔ (الحیات بعد المماۃ صفحہ ۴)

اس سے ثابت ہوا کہ انگریز سرکار نے اپنی خوشنودی کے اظہار کی بناء پر میاں صاحب کو شمس العلماء کے خطاب سے نوازا تھا، اور میاں صاحب اس خطاب سے بہت مسرور اور خوش تھے اور اسکو اپنے لئے موجب فخر اور باعث سعادت تصور کرتے تھے۔

میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کے زمانہ میں عام غیر مقلدین کا گھناؤنا کردار

دلائل و براہین کی روشنی میں یہ حقیقت واضح اور آشکارا ہو چکی ہے کہ غیر مقلدین نے انگریز کے تسلط کے بعد ہند میں جنم لیا۔ انگریزی حکومت کے زیر سایہ پروان

چڑھے، اس کے ظل عاطفت میں نشوونما پائی انگریز کے اشارہ سے غیر مقلدین مسلمانوں میں اختلاف وافتراق کی خلیج کو وسیع سے وسیع تر کرنے میں کوشاں ہوئے اور اس سلسلہ میں ہر ممکن مساعی بروئے کار لائے، معمولی فروعی مسائل کو اچھال کر مسلمانوں کا شیرازہ منتشر کرنے میں اہم کردار ادا کیا بالخصوص میاں صاحب کے زمانہ میں غیر مقلدین مقلدین کے خلاف جو اشتہار بازی کرتے اس میں نہایت عامیانہ، سوقیانہ اور بازاری زبان استعمال کی جاتی، انہوں نے فقہی اختلافات کو کفر و اسلام کا معرکہ بنا دیا، غیر مقلدین کا احناف سے بغض و عناد اس درجہ بڑھ گیا کہ اس نے اخلاقی اور انسانی حدود کو بھی پامال اور مجروح کر دیا۔

حضرت مولانا سید عبدالحیٔ صاحب سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے آج سے تقریباً ۷۵ سال پیشتر دہلی اور اس کے اطراف کا سفر کیا تھا، اپنے سفر نامہ میں انہوں نے ایک نہایت عبرت ناک بلکہ شرمناک واقعہ تحریر کیا ہے جس کو پڑھ کر غیر مقلدین کے اخلاقی زوال، ذہنی انتشار، روحانی خلفشار، مذہبی دیوالیہ پن، شعور کے فقدان اور شرم و حیا کے انعدام کی دردناک تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔

غیر مقلدین کے دلوں میں احناف کے خلاف تعصب کا جو زہر بھرا ہوا تھا اور بھرا ہوا ہے اس واقعہ سے اس کی بخوبی عکاسی ہوتی ہے، یہ واقعہ مولانا عبدالحیٔ صاحب مرحوم کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ فرمایئے، لکھتے ہیں:۔

''یہ واقعہ مولوی عبدالعلی صاحب نے بیان کیا کہ سبزی منڈی یہاں سے بہت قریب ہے، اس محلّہ میں ایک مولوی صاحب آ کر رہا کرتے تھے وہ غیر مقلد تھے، میاں صاحب (مولانا سید نذیر حسین) کے مدرسین رہتے تھے وہاں کرایہ کا ایک مکان تھا، اس میں ایک بیوی صاحبہ بھی تھیں، اس محلے میں ایک کبیرسن (بوڑھے) میاں جی رہتے تھے وہ پابند اوقات تھے، محلّہ کے لوگ ان کی تعظیم کرتے تھے۔ ایک دن ایک بڑھیا نے ان سے آ کر کہا کہ مولوی صاحب کی بیوی نے آپ کو بلایا ہے، ذری کی ذری سن جایئے۔ میاں جی صاحب گئے، پردہ کے پاس بیوی صاحبہ نے آ کر کہا کہ آپ باخدا آدمی

ہیں۔ مجھ کو للہ اس ظالم کے پنجہ سے چھڑا دیجئے۔ انہوں نے کہا خیر ہے؟ اس نے کہا خیر کہاں، شر ہے۔

''یہ میرا پیر ہے، میں اس کی مرید، میرے خاوند موجود ہے دھوکہ سے مجھ کو نکال لایا ہے، میاں جی صاحب کو سن کر نہایت ہی تعجب ہوا اور واقعی تعجب کی بات ہے میں نے یہاں تک جب قصہ سنا تو مجھ کو عجب حیرت ہوئی۔

مولوی صاحب فرمانے لگے کہ میاں جی نے اس کی تسلی وتشفی کی، اس کے بعد چلے آئے لیکن موقعہ کے منتظر رہے۔

ایک دن مولوی صاحب نے خلوت میں کہا کہ مجھ کو تنہائی میں آپ سے ایک راز کہنا ہے۔ بشرطیکہ وہ کسی پر ظاہر نہ ہونے پائے۔ آپ تک رہے، انہوں نے کہا فرمایئے۔

میاں جی صاحب نے کہا کہ میں بھی آپ کا ہم مذہب ہوں مگر حضرت کیا کیجئے اس محلہ کے لوگ ایسے سخت ہیں، آپ جانتے ہیں کہ یہ لوگ آدمی مار ڈالتے ہیں اور کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی۔

اگر میں اظہار کروں تو خدا جانے میری کیا حالت ہو، مولوی صاحب نے کہا خیر یہ بہت مناسب ہے، آپ اپنا مطلب کہیے، انہوں نے کہا اصل یہ ہے کہ اس محلہ میں ایک عورت سے مجھ کو کمال درجہ الفت ہے لیکن اس کا خاوند موجود ہے، میں چاہتا ہوں کہ کوئی ایسی تدبیر ہو کہ وہ میرے قابو آجائے اور شریعت میں بھی جائز ہو۔

انہوں نے کہا یہ کوئی دشوار امر نہیں۔

یہ لوگ یعنی حنفی المذہب مستحل الدم ہیں (ان کا خون بہانا جائز ہے) ان کا مال مال غنیمت ہے۔ ان کی بیویاں ہمارے واسطے جائز ہیں۔ آپ قابو میں لا سکتے ہو تو شوق سے لایئے۔

انہوں نے کہا بس مجھ کو یہی چاہیے تھا اور وہاں سے چلے آئے، دوسرے وقت محلہ کے عمائد سے یہ قصہ بیان کیا اور یہ شرط کر لی کہ ان کو جان سے نہ ماریں۔

ان لوگوں نے اس عورت کے خاوند کو بلا بھیجا۔ جب مولوی صاحب نماز کے

واسطے آگے بڑھے تو ایک شخص نے نہایت درشتی کے ساتھ ان کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا اور نہایت ہی مرمت کی اور خاوند اپنی جورو کو لے کر چلا گیا۔

(دہلی اور اس کے اطراف ص ۵۹ تا ۶۰)

کوئی حد ہے؟ احناف سے بغض وعناد کی، اتنا تعصب وتشدد خدا کی پناہ، احناف کو مستحل الدم اور ان کی بیویوں کو اپنے لئے حلال قرار دینے والے میاں صاحب کے خصوصی شاگرد تھے، اس زمانہ میں غیر مقلدین نے مسجدوں کو تکفیر وتفسیق کا اکھاڑہ بنا دیا۔ مقلدین پر گالیوں کی بوچھاڑ کی جاتی ۔ ان کو سب وشتم کا ہدف بنایا جاتا۔ آئمہ مجتہدین کو برے القاب سے یاد کیا جاتا۔

غیر مقلدین رات کے وقت مقلدین کی مسجدوں میں غلاظتیں اور گوشت کے سڑے ہوئے ٹکڑے اور دوسری ناپاک اشیاء پھینک جاتے اور اس کو اسلام کی خدمت ظاہر کرتے جو درحقیقت اسلام کی نہیں انگریز کی خدمت تھی۔

مولانا عبدالحئی صاحب مرحوم اسی سفرنامہ میں دہلی کی جامع مسجد میں ایک غیر مقلد مولوی صاحب کی بدزبانی اور دریدہ دہنی کا حال بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

دوپہر کو کھانا کھانے کے بعد جامع مسجد نماز کے واسطے گیا نماز کے بعد جا بجا وعظ ہونے لگا"۔

منبر پر مولوی محمد اکبر وعظ کہتے ہیں، یہ بزرگ حنفیوں کا خوب خاکہ اڑاتے ہیں، دل کھول کر تبرا کرتے ہیں اور اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ ہدایہ پڑھانے سے توبہ کی ہے۔

فرماتے تھے کہ آج کوئی ہے جس نے ہدایہ پڑھانے سے توبہ کرکے کلام مجید کی تعلیم شروع کی ہو۔

سب جہنم میں جائیں گے اور ہر ہر بات پر اپنی بڑائی بیان کرتے ہیں، ہر آیت کو دہلی اور اپنے اوپر اتارتے ہیں۔

اہل دہلی کو ظالمین ومشرکین سے ملاتے ہیں،

(دہلی اور اس کے اطراف ص ۶۸ تا ۶۹)

نواب صدیق حسن خان صاحب کے کارنامے

نواب صدیق حسن خان صاحب فرقہ غیر مقلدین کے بہت بڑے پیشوا اور امام ہیں، غیر مقلدین میں ان کو مرکزی اور بنیادی شخصیت قرار دیا جاتا ہے، غیر مقلدین ان کو امام السنہ خاتم المحدثین اور مجدد ہند کے لقب سے ملقب کرتے ہیں بعض لحاظ سے ان کو ''شیخ الکل فی الکل'' پر بھی فوقیت اور برتری حاصل ہے، نواب صاحب ۱۴ اکتوبر بروز یکشنبہ ۱۸۳۲ء کو بانس بریلی میں پیدا ہوئے اور ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۰۷ھ مطابق ۲۰ فروری ۱۸۹۰ء کو فوت ہوئے۔ (مآثر صدیقی جلد ۳ ص ۲۰۰)

نواب صاحب اور انگریز:

نواب صاحب نے انگریز کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے کے لئے بڑے پاپڑ بیلے، مجاہدین ۱۸۵۷ء کی طرف گالیوں کی توپ کا دھانہ موڑ دیا، ان پر لعن طعن کی بوچھاڑ کی، ان کو ظالم، غاصب، فتنہ پرور، شریر، مفسد، نادان، عہد شکن، جاہل، اتباع اسلام سے منحرف، گناہ کبیرہ کے مرتکب، بلکہ ایمان سے دور اور خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق قرار دیا۔

مجاہدین ۱۸۵۷ء کے بارہ میں نواب صاحب کے خیالات وافکار تفصیلات نقل کرنے سے پیشتر انگریزی حکومت کے بارے میں نواب صاحب کی رائے عالیہ پیش کی جاتی ہے۔

انگریز کی اطاعت غیر مقلدین کے نزدیک سب واجبوں سے بڑا واجب ہے

نواب صاحب لکھتے ہیں:

''اور حاکموں کی اطاعت اور رئیسوں کا انقیاد ان کی ملت میں (غیر مقلدوں کے مذہب میں) سب واجبوں سے بڑا واجب ہے''۔ (ترجمان وہابیہ ص ۲۹)

ناظرین باتمکین!

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ نواب صاحب کیا لاجواب بات فرما گئے ہیں کہ ظالم، کافر اور

... اسلام کے سب سے بڑے د... انگریزی حکومت کی اطاعت سب فرائض سے بڑھ کر
...ب اور ضروری ہے، گویا توحید، رسالت اور معاد وغیرہ کے اقرار اور نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ
...ہ فرائض سے بھی بڑھ کر یہ فرض ہے کہ انگریزی حکومت کی اطاعت کی جائے تو جو لوگ
انگریز کی اطاعت کو فرض نہیں گردانتے وہ سب سے بڑے فرض کے منکر اور سب سے بڑے
واجب سے انکاری ہونے کی وجہ سے دائرہ ایمان سے خارج ہیں۔ (فو االسفی)

انگریز کے خلاف جہاد کرنا سخت نادانی اور حماقت ہے:

نواب صاحب لکھتے ہیں:

''پس فکر کرنا ان لوگوں کا جو اپنے حکم مذہبی سے جاہل ہیں اس امر میں کہ حکومت برٹش مٹ جائے اور یہ امن وامان جو آج حاصل ہے فساد کے پردہ میں جہاد کا نام لے کر کھو دیا جائے سخت نادانی اور بے وقوفی کی بات ہے''۔ (ترجمان وہابیہ ص ۷)

سرکار انگریز کی مخالفت قطعاً ناجائز ھے

اور ہندوستان کا دارالاسلام ہونا ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے

نواب صاحب رقمطراز ہیں:

''اور کسی شخص کو حیثیت موجودہ پر ہندوستان کے دارالاسلام ہونے میں شک نہیں کرنا چاہیے''۔ (ترجمان وہابیہ ص ۴۸)

کوئی فرقہ انگریز کی خیر خواہی اور

وفاداری میں غیر مقلدوں سے بڑھ کر نہیں

کوئی فرقہ ہماری تحقیق میں زیادہ تر خیر خواہ اور طالب امن وامان وآسائش رعایا کا اور قدر شناس اس بندوبست گورنمنٹ کا اس گروہ (غیر مقلدین) سے نہیں ہے۔

(ترجمان وہابیہ صفحہ ۱۱۴)

۱۸۵۷ء میں جس وقت مقلدین احناف آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے، اور انگریز مسلمانوں کو اپنے ظلم وستم، جور وجفا اور تشدد وبربریت کا تختہ مشق بنائے ہوئے تھے۔ ان

دنوں نواب صاحب کی فوجیں ۴ سال تک انگریز کی چھاؤنی میں انگریزی افواج کے دوش بدوش مسلمانوں کے مقابلہ میں ڈٹی رہیں اور نواب صاحب نے اپنی اس وفاداری کے صلہ میں انگریز سے کافی روپیہ اور جائیداد حاصل کی، چنانچہ نواب صاحب لکھتے ہیں۔

"حالانکہ جو خیر خواہی ریاست بھوپال وغیرہ نے اس زمانہ میں کی ہے، وہ گورنمنٹ برطانیہ پر ظاہر ہے۔ساگرو جھانسی تک سرکار انگریزی کو مدد غلہ وفوج وغیرہ سے دی، جس کے عوض میں سرکار نے پرگنہ "بیر سیہ" جمع ایک لاکھ روپیہ عنایت فرمایا۔

چار برس ہوئے جب اشتہار جنگ کابل اجنٹی سے بھوپال میں آیا۔اسی دن سے نواب شاہ جہان بیگم صاحبہ والی ریاست نے طرح طرح کے عمدہ بندوبست کیے۔اشتہار عام جاری کیا کہ کوئی مسافر ترکی، عربی (جس پر انگریز کی مخالفت کا ذرہ بھی شبہ ہو) شہر میں ٹھہرنے نہ پائے چنانچہ اب تک یہی حکم جاری ہے (حد ہوگئی انگریز پرستی کی) اور اس کی تعمیل ہوتی ہے سرکار گورنمنٹ میں خط لکھا کہ فوج کمجنٹ اور فوج بھوپال واسطے مدد (انگریز کے مسلمانوں کے خلاف) حاضر ہے اور ریاست سپاہ و مال سے واسطے مدد دہی (انگریز کے) موجود ہے، مدت تک فوج بھوپال اس چار سال میں اندر نوکری گورنمنٹ کی چھاؤنی سیور میں عرض کمجنٹ کے بجالائی اور خاص میں نے اور بیگم صاحبہ نے واسطے جنگ کابل کے چندہ دیا۔(ترجمان وہابیہ صفحہ ۱۱۲۔۱۱۳)

غیر مقلدین اور مجاہدین ۱۸۵۷ء:

ذیل میں احقر نواب صاحب کی مشہور کتاب ترجمان وہابیہ سے مجاہدین ۱۸۵۷ء کے بارے میں نواب صاحب کے خیالات پیش کرتا ہے جن سے ناظرین بخوبی جان سکیں گے کہ نواب صاحب مجاہدین ۱۸۵۷ء کے بارہ میں کیا نظریات رکھتے تھے، ان کے دل میں مجاہدین کے خلاف بغض وعناد کی آگ کس قدر شعلہ زن تھی اور یہ مجاہدین حریت سے کس درجہ بیزار اور نفور اور انگریز کی محبت کے نشہ میں کس قدر مست اور چور تھے اور یہ سب کچھ انگریز کی خوشنودی اور دنیاوی مفادات و مراعات کے حصول کے لئے تھا مگر شومئ قسمت کہ اتنے پاپڑ بیلنے کے باوجود نواب صاحب کی نوابی پھر بھی محفوظ نہ رہ سکی۔

نواب صاحب کی نظر پر قہر میں مجاہدین ۱۸۵۷ء ایمان سے دور عہد شکن بے وفا اور شیوہ ایمان سے دور تھے

غدر کے وقت جب لشکر سرکار انگلشیہ کا باغی ہوا اور ظلم وتعدی جوان سے بنا سب کچھ کیا اس وقت رؤسا ہند جن کو اپنے عہد وقرار کا خیال تھا وہ اپنے اقرار پر برقرار رہے اور عہد شکن اور بیوفائی سے برسر کنار (رہے) اور جس نے ان کے خلاف کیا وہ صرف حاکموں کے نزدیک ہی برا نہیں ٹھہرا بلکہ شیوہ ایمان اور طریقہ ایمان سے دور اور عہد شکن اور بیوفا اپنے دین میں بھی اور مرتکب بڑے گناہ کا سمجھا گیا۔ غرض دونوں جہان کے نقصان میں گرفتار ہوا۔ (ترجمان وہابیہ ص۵۴)

مجاہدین جنگ آزادی نادان ظالم اور غاصب تھے خلوص نیت ویا کی طینت سے عاری تھے، اتباع اسلام سے منحرف اور انصاف واجبی سے روگرداں تھے

''چنانچہ غدر میں جو چند لوگ ناداں عوام فتنہ وفساد پر آمادہ ہوکر جہاد کا جھوٹ موٹ نام لینے لگے اور عورتوں اور بچوں کو ظلم وتعدی سے مارنے لگے اور لوٹ مار پر ہاتھ دراز کیا اور اموال رعایا اور پرایا پر غصباً قابض ومتصرف ہوئے انہوں نے خطائے فاحش کی اور قصور ظاہر۔

ہم نہیں جانتے کہ ان میں سے کسی جماعت اور لشکر میں خلوص نیت اور انصاف واجبی اور تبعیت مذہب اسلام ہو''۔

(ترجمان وہابیہ ص۲۴)

۱۸۵۷ء کا جہاد شرعی جہاد نہ تھا:

جو لڑائیاں غدر میں واقع ہوئیں وہ ہرگز شرعی جہاد نہ تھیں اور کیونکر وہ شرعی جہاد ہوسکتا ہے کہ جو امن وامان خلائق کا اور راحت ورفاہ خلوق کا حکومت انگلشیہ سے زمین ہند پر قائم تھا اس میں بڑا خلل واقع ہوگیا۔ یہاں تک کہ بوجہ بے اعتباری رعایا نوکری کا

ملنا محال ہو گیا اور جان و مال و آبرو کا بچانا محال ہو گیا۔ (ترجمان وہابیہ ص ۳۴)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:۔

"یہ بغاوت جو ہندوستان میں بزمانہ غدر ہوئی اس کا نام جہاد رکھنا ان لوگوں کا کام ہے جو اصل دین سے آگاہ نہیں اور ملک میں فساد ڈالنا اور امن و امان اٹھانا چاہتے ہیں "۔ (ترجمان وہابیہ ص ۱۰۷)

مجاہدین جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سب کے سب مقلدانِ مذہب حنفی تھے:

نواب صاحب لکھتے ہیں کہ:

"کسی نے نہ سنا ہو گا کہ آج تک کوئی موحد، متبع سنت، حدیث و قرآن پر چلنے والا بیوفائی اور اقرار توڑنے کا مرتکب ہوا ہو۔ یا فتنہ انگیزی اور بغاوت پر آمادہ ہوا ہو اور جتنے لوگوں نے غدر میں شر و فساد کیا اور حکام انگلشیہ سے برسر عناد ہوئے وہ سب کے سب مقلدان مذہب حنفی تھے نہ متبعان سنت نبوی (غیر مقلد) (ترجمان وہابیہ ص ۲۵)

نواب صاحب کی مذکورہ تحریر سے جہاں مجاہدین ۱۸۵۷ء کے بارے میں نواب صاحب کے خیالات و نظریات معلوم ہوئے وہاں یہ حقیقت بھی پوری طرح کھل کر سامنے آ گئی کہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں کسی غیر مقلد نے قطعاً کوئی حصہ نہیں لیا، ان میں سے کسی کی نکسیر تک نہیں پھوٹی، ان میں سے کسی کے پاؤں میں کانٹا تک نہیں چبھا۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ یہ احناف کثر اللہ سوادھم ہی تھے جنہوں نے اپنی عظیم سابقہ روایات اور قابل فخر کردار کے پیش نظر انگریز جیسے ظالم و جابر اور مکار و عیار حکمران سے نجات حاصل کرنے کے لئے جرأت و بہادری کے حیرت انگیز، تعجب خیز اور محیر العقول کارنامے انجام دیئے، انگریز کے ظالمانہ پنجہ سے رستگاری کے لئے بے خطر جنگ کی آگ میں کود پڑے اور پروانہ وار اپنی جانیں نچھاور کیں اور تاریخ کے اوراق پر شجاعت تہور کی ایسی درخشندہ و تابندہ داستانیں رقم کیں جو تا قیامت جگمگاتی رہیں گی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

یہ چوری کھانے والے مجنوں ہیں۔خون دینے والے نہیں یہ شرف ان کی قسمت میں کہاں

اسرار محبت را ہر دل نبود قابل در نیست بہر دریا زر نیست بہر کانے

غیر مقلدین اور مجاہدین ہزارہ:

نواب صاحب نے جس طرح انگریز کی خوشنودی حاصل کرنے، اس کا حق نمک ادا کرنے اور اس سے مراعات کے حصول کی غرض سے مجاہدین ۱۸۵۷ء پر سب وشتم کی بوچھاڑ کی، ان کو ظالم، غاصب فتنہ پرداز، عہد شکن، جاہل اور ایمان سے دور اور خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق قرار دیا ہے وہاں مجاہدین بالاکوٹ کو بھی نہیں بخشا، انگریز کی وفاداری اور نمک حلالی نے نواب صاحب کو مجبور کیا کہ وہ مجاہدین ہزارہ کو بھی اپنے ظلم وستم کا ہدف بنائیں۔ان کو فسادی، شریر وغیرہ قرار دیں اور لوگوں کو ان سے متنفر اور بیزار کرنے کے لئے ان پر خود ساختہ الزامات اور جھوٹے بہتانات عائد کریں۔

مجاہدین بالاکوٹ کون تھے:

مجاہدین ہزارہ جو حضرت الامام السید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید رحمہما اللہ کی زیر قیادت اعلاء کلمۃ اللہ، قرآن وحدیث کی تبلیغ واشاعت سنن، کے احیاء، بدعات کے استیصال، جاہلانہ رسوم کے مٹانے مسلمانوں کو سکھوں کے بے پناہ مظالم اور ان کی لوٹ مار سے نجات دلانے اور کمزوروں کی امداد واعانت کے سلسلہ میں سر بکف میدان میں اترے اور اعلاء کلمۃ اللہ کے سلسلہ میں ایسی عظیم الشان اور فقید المثال خدمات انجام دیں جو تاریخ اسلام کے اوراق پر آفتاب نصف النہار کی طرح درخشاں وتاباں ہیں۔

یہ کون لوگ تھے؟ بدعات ومحدثات سے دور، شرک سے کنارہ کش اور نفور، جذبہ جہاد سے سرشار، متقی وعبادت گزار، باعمل وباکردار، مخلص وجاں سپار، سرفروش وپاکباز پرجوش، فداکار سراپا للّٰہیت اور دیانت دار افراد کا ایک ایسا کارواں جو صحابہ کرام سے بچھڑا ہوا قافلہ معلوم ہوتا تھا، حضرت سید احمد شہید کی زیر قیادت اس مخلص وپاکباز اور

باعمل اور باکردار جماعت نے اپنے اوطان کو خیر باد کہا، اہل و عیال کو چھوڑا، گھر سے بے گھر ہوئے، سفر جہاد کی صعوبتوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہوئے اور میدان جہاد کے روح فرسا مصائب اور جانگداز تکالیف کو کشادہ جبینی سے سہتے ہوئے اسلام کی آن پر قربان ہو گئے۔

مجاہدین بالاکوٹ کی ان عظیم الشان، گرانقدر اور لافانی ملی، مذہبی و قومی خدمات کی وجہ سے ان کو ہر ذی شعور مسلمان نے خراج عقیدت پیش کیا ہے، ہر ذی فہم اور دردمند مسلمان کے قلب میں ان کے لئے جذبات محبت کا دریا موجزن ہے۔

لیکن اس کے برعکس ان پاکباز و متقی نفوس کے بارے میں غیر مقلدین کے خیالات و جذبات ملاحظہ فرما کر بحر حیرت میں غوطہ زن ہوں۔

مجاہدین بالاکوٹ شریر اور فسادی تھے

نواب صاحب ترجمان وہابیہ میں لکھتے ہیں:

''گورنمنٹ ہند کے دیگر فریق اسلام نے یہ دل نشین کر دیا ہے کہ فرقہ موحدین ہند (غیر مقلدین) مثل وہابیان ملک ہزارہ ایک بدخواہ فرقہ ہے اور نیز یہ لوگ ویسے ہی دشمن و فسادی ملک گورنمنٹ برٹش ہند کے ہیں جیسے کہ دیگر شریر اقوام سرحدی بمقابلہ حکومت ہند شرارت سوچا کرتے ہیں۔ (ترجمان وہابیہ ص ۶۱)

مجاہدین بالاکوٹ سے نفرت تقاضائے ایمانی ہے:

اسی کتاب میں دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

''چنانچہ لیفٹیننٹ گورنر صاحب بہادر موصوف نے اس درخواست کو منظور کیا اور پھر ایک اشتہار اس مضمون کا دیا گیا کہ موحدین ہند (غیر مقلدین) پر شبہ بدخواہی گورنمنٹ ہند عامۃً نہ ہو خصوصاً جو لوگ کہ وہابیان ملک ہزارہ سے نفرت رکھتے ہوں اور گورنمنٹ ہند کے خیر خواہ ہوں ایسے موحدین مخاطب بہ وہابی نہ ہوں۔

(ترجمان وہابیہ ص ۶۲)

ناظرین کرام! نواب صاحب کے کارنامے ملاحظہ فرمانے کے بعد اب آپ غیر مقلدین کے ایک بہت بڑے عالم اور وکیل اعظم مولانا بٹالوی کی انگریز سرکار کی خدمات کی تفصیلات پڑھ کر محو حیرت ہوں۔

مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی

بٹالوی صاحب قبیلہ غیر مقلدین کی ایک نہایت نمایاں، اہم اور عظیم شخصیت ہیں، انہوں نے اپنے رسالہ اشاعت السنہ کے ذریعہ غیر مقلدین اور انگریز کی بے حد خدمت کی، انگریز کی وفاداری اور نمک حلالی میں نواب صاحب اور میاں صاحب سے بھی ایک گونا سبقت لے گئے بلکہ بٹالوی صاحب انگریز کی خوشنودی حاصل کرنے میں مرزا غلام احمد قادیانی سے بھی بڑھ گئے جو انگریز کا خود کاشتہ پودا تھا، درج ذیل سطور سے یہ حقیقت بخوبی آشکارا ہوگی۔

غیر مقلدین اور منسوخی جہاد:

مشہور محقق و مؤرخ جناب پروفیسر محمد ایوب صاحب قادری اپنی محققانہ تاریخی کتاب جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے ص ۶۴ پر رقم طراز ہیں۔

”مولوی محمد حسین بٹالوی نے سرکار برطانیہ کی وفاداری میں جہاد کی منسوخی پر ایک مستقل رسالہ ”الاقتصاد فی مسائل الجہاد“ لکھا۔ انگریزی اور عربی زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے، یہ رسالہ سر چارلس ایچی سن اور سر جیمس لائل گورنران پنجاب کے نام معنون کیا گیا، مولوی محمد حسین نے اپنی جماعت کے علماء سے رائے لینے کے بعد ۱۲۹۶ھ میں یہ رسالہ اشاعت السنہ کی جلد دوم شمارہ گیارہ میں بطور ضمیمہ شائع کیا۔ پھر مزید مشورہ و تحقیق کے بعد ۱۳۰۶ھ میں باضابطہ کتابی صورت میں شائع ہوا۔

جہاد کی منسوخی پر رسالہ لکھنے کی تفصیل بٹالوی صاحب کی زبانی:

جناب بٹالوی صاحب نے اس داستان کو بڑی تفصیل سے مزے لے لے کر بیان کیا ہے، بٹالوی صاحب اپنے اس کارنامہ پر فخر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''اس قوم (غیر مقلدین) کا وکیل سرکار رسالہ اشاعۃ السنہ عرصہ سات سال سے اپنے متعدد پرچوں میں گورنمنٹ کی خیر خواہی کے مضامین شائع کر رہا ہے، جن میں اصول مذہب اسلام سے وہ ثابت کرتا ہے کہ برٹش گورنمنٹ سے مسلمانان ہند کو لڑنا اور اس کے مخالفوں کو مدد دینا جائز نہیں۔

ان مضامین ہفت سالہ کی فہرست جنرل انجمن پنجاب نمبر ۱ جلد ۵ مطبوعہ ۲۵ دسمبر ۱۸۸۵ء میں شائع ہوئی ہے اور ان مضامین پر گورنمنٹ پنجاب کا اعزاز نامہ متضمن شکریہ بھی ایڈیٹر کے نام صادر ہو چکا ہے۔

اس قوم اہلحدیث کے خادم (محمد حسین بٹالوی) نے اس مضمون میں کہ ''برٹش گورنمنٹ سے کسی مسلمان ہند کو جہاد جائز نہیں'' (چہ جائے کہ فساد) ایک خاص ''رسالہ الاقتصاد فی المسائل الجہاد'' تالیف کیا ہے جس کو ایک یورپ کے جینٹل مین فاضل جی۔ ڈبلیو ڈاکٹر لیز ر بہادر بانی مبانی یونیورسٹی پنجاب اور پرنسپل گورنمنٹ کالج لاہور انگریزی میں ترجمہ کر رہے ہیں۔ (اشاعت السنہ ص ۲۶۱ شمارہ ۹ جلد ۸)

بٹالوی صاحب کا اپنے اس رسالہ کو مرزا غلام احمد کے رسالہ (درباره منسوخی جہاد) پر ترجیح دینا

بٹالوی صاحب لکھتے ہیں:

''اگرچہ اس مضمون منسوخی جہاد کے رسائل گورنمنٹ اور ملک کے اور خیر خواہوں (مرزا غلام احمد قادیانی وغیرہ) نے بھی لکھے ہیں۔ لیکن جو ایک خصوصیت اس رسالہ میں ہے وہ آج تک کسی تالیف میں نہیں پائی جاتی۔

تنسیخ جہاد اور نواب صاحب کی تائید:

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان صاحب ، بٹالوی صاحب کے اس رسالہ کی پر زور تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''چنانچہ ۱۸۷۵ء میں مولوی محمد حسین سر گروہ موحدین لاہور (غیر مقلدین کے

لیڈر اور سردار) نے بجواب سوال مسئلہ اور اس فتویٰ کے کہ آیا بمقابلہ گورنمنٹ ہند مسلمانان ہند کو جہاد کرنا اور اپنی مذہبی تقلید میں ہتھیار اٹھانا چاہیے یا نہیں، یہ جواب دیا ہے اور بیان کیا ہے کہ جہاد جنگ مذہبی بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند یا بمقابلہ اس حاکم کے کہ جس نے آزادی مذہبی دے رکھی ہے از روئے شریعت اسلام عموماً خلاف وممنوع ہے۔

اور وہ لوگ جو بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند یا کسی اس بادشاہ کے جس نے آزادی مذہب دی ہے ہتھیار اٹھاتے ہیں اور مذہبی جہاد کرنا چاہتے ہیں کل ایسے لوگ باغی ہیں اور مستحق سزا کے مثل باغیوں کے شمار ہوتے ہیں۔ (ترجمان وہابیہ ص ۱۲۰)

''الاقتصاد فی مسائل الجہاد'' تمام غیر مقلدین کی متفقہ اور مصدقہ کتاب ہے

چنانچہ بٹالوی صاحب لکھتے ہیں:

''اگرچہ اس مضمون منسوخی جہاد کے رسائل گورنمنٹ اور ملک کے اور خیر خواہوں (مرزا غلام احمد قادیانی وغیرہ) نے بھی لکھے ہیں لیکن جو ایک خصوصیت اس رسالہ میں ہے وہ آج تک کی کسی تالیف میں پائی نہیں جاتی وہ یہ ہے کہ یہ رسالہ صرف مؤلف کا خیال نہیں رہا اس گروہ کے عوام وخواص نے اس کو پسند کیا اور اس سے آراء کا توافق ظاہر کیا۔

اس توافق رائے کو حاصل کرنے کے لئے مؤلف (محمد حسین بٹالوی) نے عظیم آباد سے پٹنہ تک ایک سفر کیا تھا، جس میں لوگوں کو یہ رسالہ سنا کر اتفاق حاصل کیا اور جہاں خود نہیں پہنچا وہاں اس رسالہ کی متعدد کاپیاں ارسال کر کے توافق حاصل کیا اور ۱۸۷۹ء میں بذریعہ ضمیمہ اشاعۃ السنہ اس رسالہ کے اصل اصول مسائل کو مشتہر کر کے لوگوں کو اس پر متفق کیا۔ (اشاعۃ السنہ ص ۲۶۱، ۲۶۲ شمارہ ۹ جلد ۸)

نواب صاحب اس کی تائید وتشریح میں رقمطراز ہیں

''پھر مولوی محمد حسین نے اپنے اس دعویٰ اور جواب کی تصدیق میں کل علماء ملک پنجاب واطراف ہند کے پاس اپنے فتویٰ جوابی کو بھیج دیا اور اچھی طرح سے مشتہر کیا اور

کل علماء ہند و ملک پنجاب سے اس بات کی تصدیق میں اقرار مہری اور دستخطی کرالیا کہ عموماً مسلمانان ہند کو ہتھیار اٹھانا اور جہاد بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند کرنا خلاف مسئلہ سنت وایمان موحدین ہے۔

اور نیز کل علماء ملک پنجاب و ہند نے تائید قول مولوی محمد حسین کو اس فتویٰ میں بہت سچا اور پکا کہا ہے اور سب نے اپنی اپنی رضائے اسلامی و ایمانی سے اس فتویٰ کو قبول کیا ہے اور جانا اور مانا ہے کہ:

''بمقابلہ گورنمنٹ ہند فرقہ موحدین (غیر مقلدین) کو ہتھیار اٹھانا خلاف ایمان و اسلام ہے'' (ترجمان وہابیہ ص ۱۲۱)

چند قابل غور نکات:

(۱)... بٹالوی صاحب، نواب صاحب اور ان کے ہم عصر تمام اکابر و اصاغر علماء غیر مقلدین نے اسلام کے ایک اہم ترین بنیادی اور اساسی فریضہ (جس کی فرضیت قرآن کریم کے قطعی نصوص اور صحیح صریح مرفوع اور غیر مجروح احادیث سے ثابت ہے) کو محض انگریز کی خوشنودی اور رضاء کے لئے اور اپنے دنیاوی اغراض و مقاصد اور سیاسی مفاد و مراعات حاصل کرنے کے لئے اور انگریز سرکار سے اپنی وفاداری کے سرٹیفکیٹ کے حصول کی غرض سے منسوخ قرار دیا حالانکہ قرآن کریم کے صریح اور شریعت مقدسہ کے کسی واضح حکم کو منسوخ کرنے بلکہ اس میں ادنیٰ ترمیم کا حق بھی کسی شخص کو حاصل نہیں خواہ وہ کتنے بڑے منصب اور مرتبہ پر فائز ہو۔

شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ غیر مقلدین کے اکابر نے محض انگریز کو خوش کرنے اور اپنے دنیاوی مقاصد کی تحصیل کی غرض سے شریعت مقدسہ کے ایک اہم فریضہ کو منسوخ قرار دینے کی ناپاک جسارت کی۔

(۲)... بٹالوی صاحب نے اپنے اس فتویٰ کو خوب مشتہر کیا اور پنجاب اور اطراف ہند کے غیر مقلد علماء کے پاس تائید و تصویب اور تصدیق کے لئے بھیجا، اس فرقہ کے سب

علماء نے بجائے اس کے کہ بٹالوی صاحب کولعن طعن کرتے اور ان کے اس فعل شنیع پر ان کو ملامت کرتے اور ان کی اس بیجا جسارت اور مذموم حرکت پر تین حرف بھیجتے اس کے برعکس انہوں نے نہایت بے شرمی اور ڈھٹائی سے اس ناپاک فتویٰ کی تائید میں اس پر دستخط کیے، اس پر اپنی مہریں چسپاں کیں اور ان کو اس فتویٰ میں سچا پکا اور صادق وصائب قرار دیا اور انگریز کے خلاف جہاد میں حصہ لینے والوں کو ایمان واسلام سے خارج بتایا۔

(۳) گویا یہ فتویٰ بٹالوی صاحب کی انفرادی رائے نہیں بلکہ اس دور کے ہندوستان کے تمام غیر مقلد علماء کی اجتماعی سوچ کا نتیجہ ہے اور یہ رسالہ من حیث الجماعت اس فرقہ کے نظریات وافکار اور عقائد وخیالات کا آئینہ دار ہے۔

اب ناظرین کرام غیر مقلدین کے ایک اور بڑے عالم کے کردار کی ہلکی سی جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

مولوی عبدالوہاب ملتانی کا انگریز کے اشارہ پر امامت کا دعویٰ کرنا

مولوی عبدالوہاب صاحب ملتانی امام جماعت غرباء اہلحدیث غیر مقلدین کے ممتاز عالم دین ہیں، سید نذیر حسین صاحب دہلوی کے شاگردوں میں ممتاز مقام رکھتے ہیں انہوں نے ۱۹۱۱ء میں امامت کا دعوی کیا، اس کے اغراض ومقاصد کیا تھے اس ادعاء میں کونسا بھید مضمر اور کونسا راز پنہاں تھا، غیر مقلدین کے مشہور عالم مولوی محمد مبارک استاد اسلامیات بی باغ ضیاء الدین میموریل گورنمنٹ کالج کراچی (شاگرد رشید مولوی عطاء اللہ حنیف بھوجیانوی) اس راز سے نقاب سرکاتے ہیں، مولانا موصوف مولانا عبدالوہاب صاحب ملتانی کی امامت کے دعویٰ کے اغراض ومقاصد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

امامت کے دعویٰ کے مقاصد مندرجہ ذیل تھے۔

۱۔ تحریک مجاہدین کو نقصان پہنچاؤ جس سے انگریز خوش ہو۔

۲...... جماعت میں انتشار۔

۳...... خود کو نمایاں حیثیت سے پیش کرنا۔

کیونکہ شیخ الکل کے دوسرے تلامذہ کے مقابلے میں بالکل صفر تھے اور دوسرے تلامذہ میں جو صلاحیتیں پائی جاتی تھیں ان سے یہ عاری تھے۔ لہذا امامت کا دعویٰ کیا (علماء احناف اور تحریک مجاہدین ملخصاً ص ۵۲، ۵۱)

این خانہ ہمہ آفتاب است

مسلمانوں میں انتشار و خلفشار، افتراق واختلاف اور تشتت ولامرکزیت پیدا کر کے ان کی قوتوں کو مضمحل کرنا، ان کو آپس میں لڑا کر انگریز کی حکومت کو مستحکم و مضبوط کرنا چونکہ فرقہ غیر مقلدین کا بنیادی مقصد تھا اس لئے اس مقصد کی تکمیل کے لئے ان کے اکابر نے ایک دوسرے سے گوئے سبقت لے جانے کی کوشش کی، عبدالوہاب ملتانی کا ادعائے امامت بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

غیر مقلدین کی انگریز سے وفاداری وخیر خواہی اور اسلامی حکومت پر ترجیح کی ایک قوی اور روشن دلیل

بٹالوی صاحب لکھتے ہیں:

''اس گروہ اہل حدیث کے خیر خواہ و وفادار رعایا برٹش گورنمنٹ ہونے پر ایک بڑی روشن اور قوی دلیل یہ ہے کہ یہ لوگ برٹش گورنمنٹ کے زیر حمایت رہنے کو اسلامی سلطنتوں کے زیر سایہ رہنے سے بہتر سمجھتے ہیں اور اس امر کو اپنے قومی وکیل اشاعت السنہ کے ذریعہ سے (جس کے نمبر ۱۰ جلد ۶ میں اس امر کا بیان ہوا ہے اور وہ نمبر ہر ایک لوکل گورنمنٹ اور گورنمنٹ آف انڈیا میں پہنچ چکا ہے) گورنمنٹ پر بخوبی ظاہر اور مدلل کر چکے ہیں جو آج تک کسی اسلامی فرقہ رعایا گورنمنٹ نے ظاہر نہیں کیا اور نہ آئندہ کسی سے اس کے ظاہر ہونے کی امید ہو سکتی ہے''۔

(اشاعت السنہ ص ۲۶۲ شمارہ ۹ جلد ۸)

ناظرین کرام! ملاحظہ فرمایا آپ نے غیر مقلدانہ ذہنیت کہ ایک کافر و مشرک ظالم و جابر اور فاسق و فاجر حکومت کو اسلامی حکومتوں پر ترجیح دی جارہی ہے، ہر وہ شخص

جس کے دل میں ایمانی احساسات کا معمولی سا حصہ بھی ہو وہ قطعاً غیر مسلم اور کافر و ظالم حکومت کو مسلمان حکومتوں پر ترجیح دینے کی سوچ بھی نہیں سکتا لیکن غیر مقلدین کی جسارت ملاحظہ فرمایئے کہ انگریز کی چاپلوسی اور خوشامد کرتے ہوئے کن پستیوں میں جا گرے ہیں، ذہن کی کجی اور ایمان کی کمزوری کی اس سے بڑھ کر کوئی مثال پیش کی جا سکتی ہے؟

مسلمانوں کی تاریخ کے تمام ادوار شاہد عدل ہیں کہ مسلمانوں نے کافر و مشرک اور ظالم و جابر حکومتوں سے گلوخلاصی کے لئے اور ان کے پنجہ استبداد سے رہائی حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ عظیم قربانیاں دی ہیں، ان سے جہاد کئے ہیں، ان کی حکومتوں کے زیر سایہ رہنے کو کبھی بھی اسلامی حکومتوں پر ترجیح نہیں دی سوائے منافقوں اور غداروں کے کہ ان کی ہمیشہ سے یہی خواہش رہی کہ مسلمان حکومتیں مٹ جائیں اور ان کی بجائے غیر مسلم ظالم حکومتوں کا مسلمانوں پر تسلط ہو۔

ناظرین کرام! آپ خود ہی فرمائیں کہ غیر مقلدین آپکو کس صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔

غیر مقلدین کے لئے اہل حدیث کے نام کی الاٹمنٹ کی تفصیلات بٹالوی صاحب کی زبانی

مولوی محمد حسین صاحب نے جو غیر مقلدین کے وکیل اعظم تھے، لفظ وہابی کی منسوخی اور اہلحدیث کے نام کی الاٹمنٹ کے لئے انگریز بہادر کے حضور ایک درخواست پیش کی، جس میں انگریز سرکار کے لئے غیر مقلدین کی من حیث الجماعت وفاداری، خیر خواہی اور نمک حلالی کے سلسلہ میں اپنی جماعت کی نمایاں خدمات کا ذکر کیا اور متعدد نازک مواقع میں اپنی بہی خواہی کی نشاندہی کی اور اس درخواست کے آخر میں التجا کی کہ لفظ وہابی (جو باغی اور نمک حرام کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے) کو منسوخ کر کے ہمارے فرقہ کے لئے اہلحدیث کا نام الاٹ کیا جاوے۔ ذیل میں اس درخواست کا اردو

ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ ناظرین کرام! اس کے مضمرات کا بغور مطالعہ ملاحظہ فرماویں۔

ترجمہ درخواست برائے الاٹمنٹ نام اہلحدیث ومنسوخی لفظ وہابی

اشاعۃ السنہ آفس لاہور

از جانب ابو سعید محمد حسین لاہوری، ایڈیٹر اشاعۃ السنہ و وکیل اہل حدیث ہند

بخدمت جناب سیکرٹری گورنمنٹ

میں آپ کی خدمت میں بطور ذیل پیش کرنے کی اجازت اور معافی کا خواست گار ہوں ۱۸۸۶ء میں میں نے ایک مضمون اپنے ماہواری رسالہ اشاعۃ السنہ میں شائع کیا تھا جس میں اس بات کا اظہار کیا تھا کہ لفظ وہابی جس کو عموماً باغی ونمک حرام کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے، لہذا اس لفظ کا استعمال مسلمانان ہندوستان کے اس گروہ کے حق میں جو اہل حدیث کہلاتے ہیں اور وہ ہمیشہ سے سرکار انگریز کے نمک حلال وخیر خواہ رہے ہیں، اور یہ بات (سرکار کی وفاداری ونمک حلالی) بار ہا ثابت ہو چکی ہے اور سرکاری خط وکتابت میں تسلیم کی جا چکی ہے، مناسب نہیں (خط کشیدہ جملے خاص طور پر قابل غور ہیں۔)

بناء بریں اس فرقہ کے لوگ اپنے حق میں اس لفظ کے استعمال پر سخت اعتراض کرتے ہیں اور کمال ادب وانکساری کے ساتھ گورنمنٹ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ (ہماری وفاداری، جانثاری اور نمک حلالی کے پیش نظر) سرکاری طور پر اس لفظ وہابی کو منسوخ کر کے اس لفظ کے استعمال سے ممانعت کا حکم نافذ کرے، اور ان کو اہل حدیث کے نام سے مخاطب کیا جاوے، اس مضمون کی ایک کاپی بذریعہ عرضداشت میں (محمد حسین بٹالوی) نے پنجاب گورنمنٹ میں پیش کی اور اس میں یہ درخواست کی کہ گورنمنٹ اس مضمون کی طرف توجہ فرماوے، اور گورنمنٹ ہند کو بھی اس پر متوجہ فرماوے اور اس فرقہ کے حق میں استعمال لفظ وہابی سرکاری خط وکتابت میں موقوف کیا جاوے اور اہل حدیث کے نام سے مخاطب کیا جاوے۔ اس درخواست کی تائید کے لئے اور اس امر کی درخواست کیسے مسترد کر سکتا تھا تو اس نے نہایت خوشی اور مسرت

سے اپنے چہیتوں کی درخواست کو شرف قبولیت سے نوازا، چنانچہ اس بارے میں غیر مقلدین کے مشہور عالم مولوی عبدالمجید سوہدروی لکھتے ہیں:

''مولوی محمد حسین بٹالوی نے اشاعت السنہ کے ذریعہ اہلحدیث کی بہت خدمت کی، لفظ وہابی آپ ہی کی کوشش سے سرکاری دفاتر اور کاغذات سے منسوخ ہوا اور جماعت کو اہلحدیث کے نام سے موسوم کیا گیا، (سیرت ثنائی ص ۳۷۲)

غیر مقلدین کی انگریزی خدمات کے عوض اہلحدیث نام کی الاٹمنٹ:

مزدور جب نہایت محنت و مشقت کوشش و کاوش اور لگن و دل جمعی سے اپنے کار مفوضہ کو انجام دے چکتا ہے اور اس بارے میں وہ کسی قسم کی سستی و غفلت اور تکاسل کا روادار نہیں ہوتا تو شام کے وقت اس کا مالک جہاں اپنے حسن انتخاب پر مسرور ہوتا ہے وہاں وہ مزدور کی درخواست پر مزدوری کے علاوہ اسے مزید انعام واکرام سے بھی نوازتا ہے، علی ہذا القیاس جب غیر مقلدین نے اپنے آقا اور سرپرست انگریز بہادر کی طرف سے تفویض کیے گئے فرائض کو نہایت محنت و جانفشانی اور عرق ریزی و جانکاہی سے انجام دیا اور مسلمانوں میں اختلاف وافتراق کا بیج بونے اور انتشار و خلفشار کی خلیج کو وسیع سے وسیع تر کرنے میں انگریز سرکار کی توقعات سے بڑھ کر حسن کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور انگریز کی وفاداری، جانثاری، خیر خواہی اور نمک حلالی اور ان سے متعدد نازک مواقع میں ظاہر ہوئی تو انہوں نے انگریز سرکار سے اپنے لئے اہلحدیث نام کی الاٹمنٹ کی درخواست کی۔

انگریز بہادر اپنے وفاداروں جانثاروں اور بہی خواہوں کی تصدیق کے لئے کہ یہ درخواست کل ممبران اہل حدیث پنجاب و ہندوستان کی طرف سے ہے (پنجاب و ہندوستان کے تمام غیر مقلد علماء یہ درخواست پیش کرنے میں برابر کے شریک ہیں) اور ایڈیٹر اشاعت السنہ ان سب کی طرف سے وکیل ہے، میں (محمد حسین بٹالوی) نے چند قطعات محضر نامہ گورنمنٹ پنجاب میں پیش کیے جن پر فرقہ اہل حدیث تمام صوبہ جات ہندوستان کے دستخط ثبت ہیں اور ان میں اس درخواست کی بڑے زور سے تائید پائی جاتی ہے۔

چنانچہ آنریبل سر چارلس ایچی سن صاحب بہادر جو اس وقت پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر تھے، گورنمنٹ ہند کو اس درخواست کی طرف توجہ دلا کر اس درخواست کو باجازت گورنمنٹ ہند منظور فرمایا جائے اور اس استعمال لفظ وہابی کی مخالفت اور اجراء نام اہل حدیث کا حکم پنجاب میں نافذ فرمایا جائے۔

میں ہوں آپ کا نہایت ہی فرمانبردار خادم

ابوسعید محمد حسین

ایڈیٹر ''اشاعۃ السنہ'' (اشاعۃ السنہ ص ۲۴ تا ۲۶ شمارہ ۲ جلد نمبر ۱۱)

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

برٹش گورنمنٹ کی طرف سے بٹالوی صاحب کو اہلحدیث کے نام کی الاٹمنٹ کی اطلاع

مولوی بٹالوی صاحب نے جماعت اہلحدیث کے وکیل اعظم ہونے کی حیثیت سے حکومت ہند اور مختلف صوبہ جات کے گورنروں کو لفظ وہابی کی منسوخی اور اہلحدیث نام کی الاٹمنٹ کی جو درخواست دی تھی کہ ان کی جماعت کو آئندہ وہابی کے بجائے اہل حدیث کے نام سے پکارا جائے اور سرکاری کاغذات اور خطوط و مراسلات میں وہابی کے بجائے اہلحدیث لکھا جائے، انگریز سرکار کی طرف سے ان کی سابقہ عظیم الشان خدمات اور جلیل القدر کارناموں کے پیش نظر اس درخواست کو گورنمنٹ برطانیہ نے باقاعدہ منظور کر کے لفظ وہابی کی منسوخی اور اہل حدیث نام کی الاٹمنٹ کی باضابطہ تحریری اطلاع بٹالوی صاحب کو دی، سب سے پہلے حکومت پنجاب نے اس درخواست کو منظور کیا۔

لیفٹیننٹ گورنر پنجاب نے بذریعہ سیکرٹری حکومت پنجاب مسٹر ڈبلیو، ایم، ینگ صاحب بہادر نے بذریعہ چٹھی نمبری ۱۷۵۸ مجریہ ۳ دسمبر ۱۸۸۶ء اس کی منظوری کی اطلاع بٹالوی صاحب کو دی، اسی طرح گورنمنٹ سی پی کی طرف سے ۱۴ جولائی ۱۸۸۸ء بذریعہ خط نمبری ۴۰۷، گورنمنٹ یو پی کی طرف سے ۲۰ جولائی ۱۸۸۸ء بذریعہ خط نمبری

۳۸۶ گورنمنٹ بمبئی کی طرف سے ۱۴ اگست ۱۸۸۸ء بذریعہ خط نمبری ۷۳۲، گورنمنٹ مدراس کی طرف سے ۱۵ اگست ۱۸۸۸ء بذریعہ خط نمبری ۱۲۷، گورنمنٹ بنگال کی طرف سے ۴ مارچ ۱۸۹۰ء بذریعہ خط نمبری ۱۵۶۔ اس درخواست کی منظوری کی اطلاعات مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو فراہم کی گئیں (اشاعۃ السنہ شمارہ ۲ جلد ۱۱ صفحہ ۳۲ تا صفحہ ۳۹، جنگ آزادی از جناب پروفیسر محمد ایوب صاحب قادری صفحہ ۶۶)

غیر مقلدین کے اکابر اور بانیوں کا ملکہ وکٹوریہ کے جشن جوبلی پر سپاسنامہ پیش کرنا

ملکہ وکٹوریہ کے جشن جوبلی پر، ملکہ کے حضور، غیر مقلدین کے اکابر نے ایک سپاسنامہ پیش کیا، اس میں غیر مقلدین کے سربراہوں اور بزرگوں نے جس گھٹیا انداز میں اپنے جذباتِ عقیدت کا اظہار کیا، خوشامد اور چاپلوسی کے لئے جو گھناؤنا طریق اپنایا، کاسہ لیسی اور تملق کا جو ریکارڈ قائم کیا اس سے ہر باضمیر شخص کی آنکھیں فرطِ ندامت سے جھک جاتی ہیں لیکن افسوس صد افسوس کہ غیر مقلد حضرات اپنے اکابر کے اس گھٹیا کردار پر نادم و شرمسار ہونے کے بجائے فخر کرتے اور اتراتے ہیں، اس کی تفصیل آپ بٹالوی صاحب کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں۔

بٹالوی صاحب لکھتے ہیں:

جشن جوبلی ملکہ وکٹوریہ

اس دعوت کے مقام (مولوی الٰہی بخش کی کوٹھی) کے عین دروازے کے سامنے رات کے وقت ملاحظہ روشنی کے لئے نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر کا گزر کرنا مقرر تھا، اس جگہ اہلحدیث نے ایک بلند اور وسیع دروازہ بنایا، جس پر سنہرے حروف میں ایک طرف انگریزی میں کلمات دعائیہ مرقوم تھے۔ دوسری طرف لاجوردی رنگ سے یہ بیت اردو تحریر تھا: دل سے ہے یہ دعائے اہلحدیث جشن جوبلی مبارک ہو۔

(رسالہ اشاعۃ السنہ صفحہ ۲۰۴ شمارہ ۷ جلد ۹)

اس موقعہ پر بذریعہ ڈیپوٹیشن اہل حدیث کا مندرجہ ذیل ایڈریس ملکہ وکٹوریہ کو پیش ہوا۔

☆..............☆..............☆

ملکہ وکٹوریہ کے حضور نذرانہ عقیدت بصورت سپاسنامہ

ایڈریس منجانب گروہ مسلمانان اہلحدیث برموقعہ جشن جوبلی ملکہ وکٹوریہ

بحضور فیض گنجور کوئن وکٹوریہ گریٹ وقیصرۂ ہند بارک اللہ فی سلطنتہا

(۱)...... ہم ممبران گروہ اہل حدیث اپنے گروہ کے کل اشخاص کی طرف سے حضور والا کی خدمت عالی میں جشن جوبلی کی دلی مسرت سے مبارک باد عرض کرتے ہیں۔

(۲) ... برٹش رعایائے ہند میں سے کوئی فرقہ ایسا نہ ہوگا جس کے دل میں مبارک تقریب کی مسرت جوش زن نہ ہوگی اور اس کے بال بال سے صدائے مبارک باد نہ اٹھتی ہوگی مگر خاص کر فرقہ اہل اسلام جس کو سلطنت کی اطاعت اور فرمان روائے وقت کی عقیدت اس کا مقدس مذہب سکھاتا اور اس کو ایک فرض مذہبی قرار دیتا ہے، اس اظہار مسرت اور ادائے مبارک باد میں دیگر مذاہب کی رعایا سے پیش قدم ہے، علی الخصوص گروہ اہلحدیث من جملہ اہل اسلام اس اظہار مسرت وعقیدت اور دعاء برکت میں چند قدم اور بھی سبقت رکھتا ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ جن برکتوں اور نعمتوں کی وجہ سے یہ ملک تاج برطانیہ کا حلقہ بگوش ہو رہا ہے ازاں جملہ ایک بے بہا نعمت مذہبی آزادی سے یہ گروہ ایک خصوصیت کے ساتھ اپنا نصیبہ اٹھا رہا ہے۔

(۳)......وہ خصوصیت یہ ہے کہ یہ مذہبی آزادی اس گروہ کو خاص اس سلطنت میں حاصل ہے، بخلاف دوسرے اسلامی فرقوں کے کہ ان کو اور اسلامی سلطنتوں میں بھی یہ آزادی حاصل ہے۔ اس خصوصیت سے یہ یقین ہوسکتا ہے کہ اس گروہ کو اس سلطنت کے قیام واستحکام سے زیادہ مسرت ہے اور ان کے دل سے مبارک باد کی صدائیں زیادہ زور کے ساتھ نعرہ زن ہیں۔

ہم بڑے جوش سے دعا مانگتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ حضور والا کی حکومت کو اور بڑھائے اور تادیر حضور والا کا نگہبان رہے تاکہ حضور والا کی رعایا کے تمام لوگ حضور کی

وسیع حکومت میں امن اور تہذیب کی برکتوں سے فائدہ اٹھائیں۔

(رسالہ اشاعت السنہ صفحہ ۲۰۶-۲۰۵ (حاشیہ) شمارہ ۷ جلد ۹ مطبوعہ وکٹوریہ پریس لاہور)

لیفٹیننٹ گورنر پنجاب سر چارلس آئچیسن کو وطن روانگی کے وقت جماعت اہلحدیث کی طرف سے جو ایڈریس پیش کیا گیا

ایڈریس

منجانب فرقہ اہل حدیث وممبران وغیرہ

بحضور سر چالس ایچی سن بہادر کے سی، ایس، آئی، سی، آئی، ای، ایل، ایل، ڈی

گورنر پنجاب

(۱) ہم ممبران فرقہ اہل حدیث وغیرہ حضور والا کی عالی خدمت میں اس موقعہ پر (جبکہ جناب والا اس صوبہ سے رخصت ہو رہے) کمال ادب واخلاص کے ساتھ حضور والا کے خسروانہ احسانات ومربیانہ عنایات کا شکریہ ادا کرنے اور حضور کی مفارقت (جدائی) پر (تہہ) دل سے افسوس ظاہر کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے ہیں۔

(۲) حضور والا کے شاہانہ عنایات ومربیانہ توجہات ابتداء رونق افروزی ہندوستان سے عہد گورنری تک اس ملک ہندوستان پر اس کثرت وتواتر سے مبذول رہی ہیں کہ اگر ان کو متواتر باران رحمت یا موجزن دریائے موہبت کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔

(۳) ملک پنجاب پر حضور والا کا یہ احسان تمام آئندہ نسلوں تک یاد رہے گا کہ حضور نے یونیورسٹی کا وہ علمی پودہ جو مبارک ہاتھوں سے لگایا تھا۔ ایسا سر سبز وشاداب کیا کہ آج اس کے فوائد سے تمام اہل پنجاب مستفید ومستفیض ہو رہے ہیں اور آئندہ ان کو فائدہ پہنچنے کی اور بہت زیادہ امیدیں ہیں۔

(۴) حضور والا نے پنجاب میں معزز جوڈیشنل عہدوں پر دیسیوں (مقامی لوگوں) کو مامور فرمایا، جن کے حصول کی سہولت اس سے پہلے اس صوبہ میں کبھی دیسیوں کو حاصل نہ ہوتی تھی۔

(۵)۔ ...پنجاب میں لوکل سیف گورنمنٹ کا اجراء بھی حضور کی معاونت ومشاورت سے ہوا ہے۔

(۶)۔ پنجاب میں چیفز کالج کے قیام واستحکام کا قرعہ بھی حضور ہی کے نام نامی پر روز ازل میں ڈالا گیا تھا۔

(۷) پنجاب میں علمی فری لائبریری کو حضور نے قائم کیا، جس کے فیض سے غریب نادار بھی (جو مال نہیں خرچ کر سکتے) ویسے ہی کامیاب ہوئے ہیں جیسے کہ امیر مالدار

(۸)۔ ...حضور نے دیسیوں کو اپنی بارگاہ میں اس فیاضی سے دخل دیا کہ وضیع وشریف سب کو فیض یاب ہونے اور اپنی عرض حاجات کرنے کا یکساں موقع ملتا رہا۔

(۹)۔ یہ وہ برکات خسروانہ وعنایات شاہانہ حضور ہیں جن سے اس ملک کے تمام باشندے فیض یاب ہو رہے ہیں اور خاص کر اہل اسلام پر حضور نے یہ شاہانہ احسان کیا کہ ان کی نازک اور ضعیف حالت پر رحم فرمایا اور ان کو ترقی کے دور میں اپنی ہمعصر اقوام سے بہت پیچھے رہی ہوئی دیکھ کر ہمسری اقران کا سامان بہم پہنچایا یعنی غریب مسلمان طالب علموں کے لئے اٹھاون وظائف کا حکم اس صوبہ پنجاب میں نافذ کیا ہے، یہ احسان اہل اسلام پر ایسا ہوا ہے۔ جو حضور کے کارناموں میں ہمیشہ کے لیے صفحہ ہستی پر یادگار رہے گا۔

(۱۰)۔ ...یہ احسان حضور بھی کچھ کم لائق ذکر وقابل فخر نہیں ہے بلکہ اس ایڈریس میں خصوصیت کے ساتھ واجب الذکر ہے جو حضور نے مسلمانوں کے ایک گروہ اہلحدیث پر مبذول فرمایا ہے کہ ان کی نسبت ایک ایسے دل آزار ''لفظ وہابی'' کے استعمال کو جس سے ان کی وفاداری وجانثاری میں (جو نازک وقتوں میں ظاہر ہو چکی اور گورنمنٹ کے نزدیک مسلم ہے) ناواقفوں کو شبہ ہوتا تھا، بمشاورت واستعانت گورنمنٹ ہند مسدود فرمایا اور سرکاری کاغذات میں اس کے استعمال سے مخالفت کا (اور اہل حدیث نام کے اجراء کا) حکم فرمایا۔

(۱۱)۔ ...ہم اہل اسلام عموماً اور فرقہ اہل حدیث خصوصاً حضور کے ان احسانات مربیانہ و

عنایات خسروانہ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور ساتھ ہی اس کے اپنے پر حسرت دل سے افسوس کرتے ہیں کہ ہم بہت جلد حضور کے آئندہ مربیانہ عنایات سے محروم ہونے والے ہیں۔

(۱۲) ہم باشندگان پنجاب خصوصاً اہل اسلام علی الخصوص اہل حدیث کو جس قدر حضور کی مفارقت کا افسوس ہے، اس کے پورے اور سچے طور پر اظہار کے لئے ہم نے کافی لفظ نہیں پائے۔ لہذا بجائے افسوس کے کہ ہم اس ایڈریس کے خاتمہ میں ان کلمات دعائیہ کی عرض پر اکتفا کرتے ہیں کہ خداوند عالم حضور فیض گنجور کو صحت وسلامتی کے ساتھ وطن مالوف پہنچائے اور پھر بہت جلد حضور کو عہدہ گورنر جنرل پر مامور و معزز فرما کر ہندوستان میں لاوے اور ہماری آنکھوں کو حضور کے دیدار فیض آثار سے منور کرے۔ آمین ثم آمین۔

☆......☆......☆......☆......☆

بوطن رخصت مبارک باد۔ بسلامت روی باز آئی

یہ ایڈریس بذریعہ ڈیپوٹیشن ہز آنر لیفٹیننٹ گورنر کے حضور ۲۴ مارچ ۱۸۸۷ء کو پیش ہوا

(اشاعۃ السنہ ص ۲۵۳ تا ۲۵۶ شمارہ نمبر ۸ جلد نمبر ۹)

لارڈ ڈفرن کو اہلحدیث نے جو ایڈریس پیش کیا

نقل ایڈریس

سپاسنامہ اہلحدیث پنجاب و ہندوستان و دیگر ارکان وغیرہ بحضور ہنر ایکسلینسی دی رائٹ آنریبل سر فریڈرک ٹمپل ہملٹن ٹمپل وڈمارکوئیس آف ڈفرن ارل آف آوہ کے ۔ بی۔ جی۔ ایم۔ ایس۔ آئی۔ جی۔ سی۔ بی۔ جی۔ سی۔ ایم۔ جی ۔ پی۔ سی۔ ڈی۔ او۔ ایل وائسرائے اینڈ گورنر جنرل آف انڈیا۔

حضور والا!

ہم فرقہ اہلحدیث اور پنجاب و ہندوستان کے دوسرے اسلامی فرقوں کے ارکان میں سے چند افراد اپنی طرف سے اصالتاً اور اپنے تمام ہم مسلک و ہم مشرب افراد کی طرف سے وکالتہً جناب والا کی ذات ستودہ صفات کی مفارقت پر اظہار افسوس کی نیت

سے حاضر ہوئے ہیں اور کمال عجز وانکسار کے ساتھ جو جانثار خیز اندیشوں کا شیوہ ہے عرض مدعا کی اجازت کے خواستگار ہیں۔

(۱)......آنجناب کی کرم گستر اور عدل پرور شخصیت کے عہد سعادت مہد کے احسانات و برکات جو کہ عظیم البرکت باران رحمت کی طرح سب لوگوں اور ان دیار کی اطاعت شعار اقوام پر برسے ہیں (جیسے مملکت میں امن وامان کا قیام اور سلطنت میں وسعت واستحکام اور پبلک سروس کمیشن کا تقرر اور لیڈی ڈفرن فنڈ کی تجویز اور ان جیسے دیگر امور) ہندوستان کے مسلمانوں نے دوسری اقوام کی طرح ان سے حظ وافر اور حصہ کامل حاصل کیا ہے اور حضور پرنور کی خصوصی نوازشیں اس طرح ظہور میں آئی ہیں کہ ان سے نفع اٹھانے میں اہل اسلام عموماً اور اہلحدیث خصوصاً دوسروں سے گوئے سبقت لے گئے ہیں اور اس بارہ میں قسم کی خصوصیت پیدا کی ہے۔

(۲) .... ایک بڑا انعام اور عظیم احسان جس کے ساتھ آنجناب نے تمام اہل اسلام کو مخصوص کیا ہے، یہ ہے کہ جناب والا خطاب نے انجمن اسلامیہ عمومیہ کلکتہ کی درخواست کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے یہ فرمان نافذ فرمایا ہے کہ مملکت ہندوستان کے تمام صوبوں میں سے ہر صوبہ کی سالانہ رپورٹ کے سلسلہ میں ایک کالم اہل اسلام کے حالات اور تعلیمی کوائف کے لئے مخصوص کیا جائے۔

(۳) ......ایک بڑا کرم اور عظیم احسان جو خاص طور پر فرقہ اہلحدیث پر مبذول ہوا ہے یہ ہے کہ ان کے حق میں لفظ وہابی کا استعمال (جو ان کی دلآزاری کا باعث تھا، جس سے ان کی جانثاری اور وفاداری جو نازک اوقات میں ظاہر ہو چکی تھی اور جو گورنمنٹ کے نزدیک مسلم ہے ناواقفوں کے لئے مشکوک ہوتی تھی) سرکاری دفاتر سے منسوخ ومسدود فرمادیا گیا ہے، جس سے بے خبروں کی بدگمانیاں مٹ گئی ہیں، جناب والا کے اس فرمان واجب الاذعان کو ہندوستان کے مختلف صوبہ جات کے گورنروں نے واجب العمل قرار دیتے ہوئے اس گروہ (غیر مقلدین) کے حق میں اس دلخراش لفظ کا استعمال موقوف فرمادیا ہے اور ان کو اہلحدیث کے خطاب سے مخاطب اور معزز فرمایا ہے اور اس کے

مطابق احکام نافذ کیے ہیں۔

(۵) آنجناب کے ان احسانات عامہ و خاصہ کے پیش نظر جو اہل اسلام پر عموماً اور اہلحدیث پر خصوصاً مبذول ہوئے ہیں ہم ہزار زبان کے ساتھ ان احسانات کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور آن جناب کی ذات والا صفات جو کہ مظہر جود و احسان ہے کی مفارقت پر جو کہ قبل از وقت (مقررہ میعاد سے پیشتر) وقوع پذیر ہو رہی ہے حسرت کے آنسو بہاتے ہوئے اپنے اندرونی غم و اندوہ اور قلبی رنج و ملال کو اس تمنا کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ کاش آپ کا سایہ جو ہما کا ہم پایہ ہے مقررہ میعاد تک ہم (غیر مقلدوں) کے سروں پر سایہ افگن رہتا اور کاش کہ آپ کی حکومت کی مدت دوگنی ہو جاتی تا کہ آپ سے مزید فوائد و منافع اور احسانات و انعامات ہمارے حصہ میں آتے اور ہم آپ کے مزید احسان مند اور ممنون ہوتے۔

(۶) حضور پرنور کی ناگزیر مفارقت (جدائی) پر یہ ہجر کے ستائے ہوئے اور غم کے مارے ہوئے (غیر مقلدین) صبر و شکیبائی کے دامن پر ہاتھ مارتے ہیں اور اس دعائے خیر کے ساتھ اپنے آپ کو تسلی و تسکین دیتے ہیں کہ خداوند عالم جناب کی ذات بابرکت کو بخیر و عافیت وطن مالوف پہنچائے۔

(۷) نیز اس جگہ روز افزوں ترقی و اقبال پر فائز ہو کر اہل اسلام کے لئے بہبود اور نفع کا سرچشمہ بنیں اور برطانیہ کے تاج و تخت کو (جس کی نیابت سے جناب والا بہرہ مند ہیں) ترقی و استحکام عطا فرما کر ملک کے لئے امن و برکت اور اہل اسلام کے لئے حمایت و حفاظت کا ذریعہ ثابت ہوں۔

ہم ہیں حضور کے وفادار و جانثار حضور کی رعایا۔

مولوی سید نذیر حسین دہلوی (شیخ الکل فی الکل شمس العلماء و آیۃ من آیات اللہ)

ابو سعید محمد حسین بٹالوی وکیل اہلحدیث ہند۔

مولوی احمد اللہ واعظ میونسپل کمشنر امرتسر۔

مولوی قطب الدین پیشوائے اہلحدیث روپڑ۔

مولوی حافظ عبداللہ غازی پوری۔ مولوی محمد سعید بنارس۔

مولوی محمد ابراہیم آرہ۔ مولوی سید نظام الدین پیشوائے اہلحدیث مدراس۔

(اشاعت السنہ صفحہ ۴۰-۴۲ شمارہ نمبر ۲ جلد ۱۱)

غیر مقلدین کے اکابر و اسلاف اور اس فرقہ کے ممتاز اور جید علماء کرام، بلکہ ان کے مجددین کی طرف سے ملکہ وکٹوریہ، سر چارلس آنچیسن اور لارڈ ڈفرن کے حضور جو سپاسنامے اور ایڈریس پیش کئے گئے وہ ناظرین کرام کی نظروں سے گزر چکے ہیں، ان سپاسناموں میں غیر مقلدین کے مجددوں اور اس طائفہ کے اسلاف و اعاظم نے شرم و حیا کی جس طرح مٹی پلید کی ہے، غیرت دینی کا جس طرح قتل عام کیا ہے، اسلامی حمیت کو جس طرح کند چھری سے ذبح کیا ہے، دنیاوی اغراض و مقاصد اور جماعتی فوائد و منافع اور مراعات کے حصول کے لئے اپنے علم و فضل اور وقار کو جس طرح مجروح کیا ہے وہ اسلامی تقاضوں کی پامالی کا ایک جانگداز منظر ہے، دیکھئے کس عیاری اور کس فنکاری سے انگریز کی خوشامد اور چاپلوسی کی گئی ہے، واقعی غیر مقلدین کے اکابر و اسلاف اس فن میں اتارو تھے۔ اس بارہ میں ان کی ذہانت و فطانت اور حذاقت و مہارت کی داد نہ دینا یقیناً ظلم کے قبیل سے ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند دیں میل او اندر دلش انداختند

ظالم و کافر اور فاسق و فاجر حکومت کی مدح و ثناء اور تعریف و توصیف میں حد سے بڑھ جانا اور غلو کرنا، اس کی ترقی و استحکام اور بقاء کے لئے دل کی گہرائیوں میں ڈوب ڈوب کر دعائیں کرنا، اس کی مفارقت پر اندرونی درد و کرب، باطنی غم و اندوہ اور قلبی رنج و ملال کے ہاتھوں مجبور ہو کر اشک حسرت کی ندیاں بہانا ایمانی جذبوں کی جانکنی کا ایک روح فرسا نظارہ ہے، انگریز کے فراق کے صدمہ سے نڈھال ہو کر اشک حسرت بہانے والے، انگریز کی سلطنت کی ترقی و استحکام اور اس کی بلند اقبالی کے لئے دل کی گہرائیوں سے دعائیں کرنے والے اور اس کے ظل عاطفت اور سایہ شفقت کو اسلامی حکومت پر ترجیح دینے والے یہ حضرات کون تھے؟ یہ تھے غیر مقلدین کے ائمہ کرام اور ان کے عظیم و

جلیل اکابر اسلاف جن کی شخصیتوں پر غیر مقلدین بڑا فخر کرتے اور اتراتے ہیں اور جن کو غیر مقلدین علم و فضل کا کوہ ہمالیہ، تقویٰ و تدین اور خلوص وللّٰہیت کا پیکر مجسم قرار دیتے ہیں اور جن کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ فرقہ غیر مقلدین میں ان حضرات کے بعد ان کے علم و فضل اور مرتبہ و مقام کے حامل افراد و اشخاص پھر نہیں پیدا ہوئے، جب غیر مقلدین کے مجددین کرام اور ائمہ عظام کے علم و عمل اور کردار اخلاق کا یہ عالم ہے تو ان کے اصاغر کے کردار و اخلاق کا کیا حال ہوگا۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

غیر مقلدین کے مجموعی کردار و عمل کی جھلکیاں پیش کرنے کے بعد احقر بٹالوی صاحب کے کردار و عمل کی مزید ایک دو خصوصیات ناظرین کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہے۔

بٹالوی صاحب کا انگریز سرکار کی خدمت
کے صلہ میں جاگیر سے سرفراز ہونا

میاں نذیر حسین دہلوی انگریز سرکار کی خدمات کے صلہ میں شمس العلماء کے خطاب سے نوازے گئے اور نواب صدیق حسن خان صاحب کو انگریز نے انکی وفاداری کے عوض پرگنہ ''بیریہ'' عطا کیا اور جماعت اہلحدیث ہند کے وکیل اعظم بٹالوی صاحب کو ان کی جانثاری اور نمک حلالی کی بناء پر جاگیر عطا کی گئی۔

چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں۔

''معتبر اور ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ اس کے معاوضہ میں (جہاد کی منسوخی پر رسالہ لکھنے کے عوض) سرکار انگریزی سے انہیں جاگیر ملی تھی اور رسالہ کا پہلا حصہ پیش نظر ہے پوری کتاب تحریف و تدلیس کا عجیب و غریب نمونہ ہے۔ (پہلی اسلامی تحریک ص ۲۹)

ایک دوسرے غیر مقلد عالم مولوی عبدالمجید سوہدری لکھتے ہیں ''مولوی محمد حسین بٹالوی نے اشاعت السنہ کے ذریعہ اہلحدیث کی بہت خدمت کی اور لفظ وہابی آپ ہی کی کوششوں سے سرکاری دفاتر اور کاغذات سے منسوخ ہوا اور جماعت کو اہلحدیث کے

نام سے موسوم کیا گیا، آپ نے حکومت کی خدمت بھی کی اور انعام میں جاگیر بھی پائی''
(سیرت ثنائی ص ۳۷۲ از مولوی عبدالمجید سوہدری)

بٹالوی صاحب اور مرزا غلام احمد قادیانی:

بٹالوی صاحب کو مرزا صاحب کے ساتھ بہت سی وجوہ سے مماثلت ومشابہت حاصل ہے، مرزا صاحب بھی گورداس پور کے رہنے والے تھے۔ بٹالوی صاحب بھی اسی ضلع کے باسی تھے، پھر یہ دونوں ہم ضلع ہونے کے ساتھ ساتھ ہم تحصیل بھی تھے، اس پر مستزاد کو دونوں ہم مکتب اور ہم استاد بھی تھے۔ مدت تک ہم مکتب رہے اور مدتوں ان کے درمیان خط وکتابت اور ملاقات ومراسلات کا سلسلہ جاری رہا۔ چنانچہ بٹالوی صاحب لکھتے ہیں۔

''مولف براہین احمدیہ'' کے حالات وخیالات سے جس قدر ہم واقف ہیں ہمارے معاصرین میں سے ایسے کم واقف نکلیں گے۔ مؤلف ہمارے ہم وطن ہیں بلکہ اوائل عمر کے (جب ہم قطبی وشرح ملا پڑھتے تھے) ہمارے ہم مکتب تھے۔ اس زمانہ سے آج تک ہم میں ان میں خط وکتابت وملاقات ومراسلات برابر جاری وساری ہے۔
(اشاعت السنہ جلد ۷ بحوالہ مجدد اعظم ص ۲۱ تا ۲۲ ج ۱)

دونوں کے حالات وخیالات اور افکار ونظریات میں کافی حد تک اشتراک تھا، دونوں کے مضامین ومقالات پڑھنے سے یوں لگتا ہے جیسے دونوں کی ذہنی ساخت اور دماغی بناوٹ ایک جیسی ہو اسی لئے یہ دونوں ایک دوسرے کے بے حد مداح اور معتقد تھے بالخصوص بٹالوی صاحب، مرزا صاحب کے ابتداء میں بہت ہی زیادہ معتقد تھے۔

چنانچہ بٹالوی صاحب براہین احمدیہ پر ریویو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''اس کا مؤلف (مرزا غلام احمد قادیانی) اسلام کی مالی وجانی وقلمی ولسانی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے''۔
(مجدد اعظم ص ۲۲ ج ۱)

دیکھئے بٹالوی صاحب نے کس طرح مرزا صاحب کو بانس پر چڑھایا اور سلف صالحین سے بڑھایا ہے اور بٹالوی صاحب مرزا صاحب کے اس قدر معتقد تھے کہ ان کے جوتے سیدھے کرنا اوران کو اپنے ہاتھ سے وضو کرانا عین سعادت تصور کرتے تھے۔ چنانچہ مجدد اعظم کا مؤلف لکھتا ہے:۔

''خود مولوی محمد حسین بٹالوی باوجود اس قدر بڑا عالم اور محدث ہونے کے اس قدر آپ (مرزا قادیانی) کی عزت واحترام کرتا تھا کہ آپ کا جوتا اٹھا کر آپ کے سامنے سیدھا کر کے رکھ دیتا تھا اور اپنے ہاتھ سے آپ کو وضو کرانا اپنی سعادت سمجھتا تھا''۔ (مجدد اعظم ص۲۲)

دو بچھڑے ہوئے دوستوں کا ملاپ:

مرزا صاحب اور بٹالوی صاحب ہم ضلع ہم تحصیل ہم مکتب اور ہم استاد تھے، ذہنا و دماغاً ایک دوسرے سے قریب تھے، دور طالب علمی میں ایک دوسرے کے جانثار اور فداکار تھے، طبائع میں کافی مناسبت تھی، خصوصیات میں کافی حد تک اشتراک تھا، متوسطات کی تعلیم کے بعد مرزا صاحب سیالکوٹ میں ملازم ہوگئے اور بٹالوی صاحب علوم دینیہ کی تکمیل کے لئے شیخ الکل فی الکل شمس العلماء مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے، علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد لاہور چلے آئے اور چینیاں والی مسجد میں خطابت کے فرائض انجام دینے لگے اسی دوران ایک مرتبہ بٹالہ گئے تو مرزا صاحب نے بٹالہ آ کر اپنے رفیق قدیم اور حبیب صمیم سے ملاقات کی، مدت کے بچھڑے ہوئے اور فراق کے صدمات کے ستائے ہوئے دو دوست ہم آغوش ہوئے۔ گلے شکوے ہوئے اور آپس میں ان عاشقانہ فقرات کا تبادلہ ہوا۔

مرزا صاحب: مدت سے آپ کی ملاقات کا اشتیاق تھا، جب سنا کہ آپ بٹالہ آتے ہیں تو جی چاہتا تھا کہ پر لگا کر جاؤں اور آپ سے ملوں۔

بٹالوی صاحب: میری آنکھیں بھی ہر وقت آپ کو ڈھونڈ رہی تھیں اور دل ملاقات کے لئے بے قرار تھا۔